مسئلہ بدعت میں وہابیہ کی چوٹی کی دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے
منسوب روایت مرویہ محدث دارمی پر بطریق فقہاء محدثین مکمل کلام مع مالہ وما علیہ

الموسوم بہ تهليك آل نجد حول تحقيق رواية نسبوها الىٰ حضرة "ابن ام عبد"

المعروف بہ

تحقیق روایت دارمی

از قلم

شیخ الحدیث محقق وقت مفتی
عبد المجید خان سعیدی رضوی
صدر مدرس ومہتم جامع غوث اعظم وجامعہ سعیدیہ رحیم یار خان

بہ اہتمام اویس رضا لائبریری
لطیف آباد یونٹ نمبر ۱۰ حیدر آباد

ناشر
دار الاویس
حیدر آباد سندھ
Cell: 0334-2611558

بسم اللّٰہ الرحمن ا لرحیم

مسئلہ بدعت میں وہابیہ کی چوٹی کی دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب روایت مرویہ محدث دارمی پر بطریق فقہاء و محدثین مکمل کلام مع مالہ وما علیہ

الموسوم بہ : تہلیک آ ل نجد حول تحقیق روایۃ نسبوھا الیٰ حضرۃ ''ابن ام عبد''

المعروف بہ

تحقیق روایت دارمی

از قلم

شیخ الحدیث محقق وقت مفتی عبدالمجید خان سعیدی رضوی

صدر مدرس و مہتمم جامع غوث اعظم و جامع سعیدیہ رحیم یار خان

با اہتمام

ا ویس رضا لا ئبریری

لطیف آباد یونٹ نمبر ۱۰ حیدر آباد

خصوصی تعاون برائے اشاعت : الحاج چوہدری محمد اسد

ناشر: دارلاویس

حید ر آباد ۔ سندھ

Mobile 0334-2611558

عرض ناشر

مولوی سرفراز خان صفدر دیوبندی گکھڑوی علیہ ما علیہ نے اپنی کتاب ''راہِ سنت'' میں معمولاتِ اہل سنت و جماعت کو بالخصوص نشانہ بنایا اور یہ تأثر دینے کی کوشش کی ہے کہ اہل سنت کے جملہ معمولات قرآن وسنت سے صراحتاً متصادم ہیں اور معاذ اللہ مسلمانوں کے ہندوستان میں ہنود کے ساتھ اختلاط (میل جول) کی وجہ سے بدعات ضلالہ ہیں۔ سرفراز گکھڑوی نے پورا زور اس بات پر صرف کیا ہے کہ اہل سنّت و جماعت المعروف بریلوی حضرات کا دین ساڑھے چودہ سو سال پرانا نہیں بلکہ ہندوستانی ایجاد کردہ ہے۔ مگر اللہ بھلا کرے شیخ الحدیث محققِ عصر عالم نبیل فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی عبد المجید خان سعیدی صاحب زِیدَ مجدہ کا جنہوں نے ہمیشہ باطل کی سرکوبی کے لئے میدان قلم وقرطاس میں اپنا کردار بخوبی سرانجام دیا ہے۔ مفتی صاحب قبلہ درجنوں کتب کے مصنف ہیں ان کے کئی علمی و تحقیقی مضامین مُنصّۂ شُہود پر آ چکے ہیں اور یہ بات متحقق ہے کہ قبلہ مفتی صاحب جس مسئلہ پر بھی قلم اٹھاتے ہیں تحقیق کا حق ادا کر دیتے ہیں۔

كما لا يخفٰى علىٰ قا رئينهم (جیسا کہ ان کے قارئین پر پوشیدہ نہیں ہے)

مولوی سرفراز گکھڑوی علیہ ما علیہ کی کتاب راہ سنت کا بالاستیعاب جواب اپنی کتاب مصباحِ سنّت میں دیا ہے جس کے چار حصے منظر عام پر آ چکے ہیں زیرِ نظر کتاب روایت ابنِ مسعود با متعلق ذکر بالجہر کا تحقیقی جائزہ ہے۔

اللہ جل وعلا کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ کریم مفتی صاحب کے علم وعمل میں مزید برکتیں عطا فرمائے اور ان کو درازی عمر بخیر و عافیت عطا فرمائے۔ جمیع اہل سنت و جماعت کو ان کی تحریرات سے مستفید و مستفیض ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

محمد ظفر رضوی

سوال

بسم اللّٰہ الرحمن ا لرحیم

ہم اہل سنت و جماعت کا اپنے کئی معمولات کی ہیئات کذائیہ اور صور مخصوصہ کے بارے میں مؤقف یہ ہے کہ وہ بدعت شرعیہ نہیں ہیں کیوں کہ ان کی اصل، دلائل شرعیہ سے ثابت ہے اور اصل کے ثابت ہونے کے بعد جدید شکل کے جواز پر شرعاً کچھ زد نہیں پڑتی ۔ بناء علیہ دعا بعد نماز جنازہ اور ایصال ثواب (ختم و درود) نیز میلا د شریف کی مروجہ صورتیں بدعت شرعیہ مذمومہ ہرگز نہیں ہیں بلکہ جائز، درست اور مستحب ہیں لیکن وہابیہ (بجمیع الانواع) کسی امر کے ثابت ہونے کے باوجود اس کی مخصوص کیفیت اور ہیئت کذائیہ (یعنی جدید شکل) کو بدعت مذمومہ اور نا جائز و حرام قرار دیتے ہیں ۔ اس کے ثبوت میں وہابیہ بالخصوص مولوی گکھڑوی نے ایک دلیل یہ دی ہے جو بظاہر بہت پریشان کن بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (جو رسول اللہ ﷺ کے انتہائی معتمد صحابی اور خلفاء اربعہ کے بعد سب سے بڑے عالم تھے) ان کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کا گزر مسجد میں ذاکرین کی ایک جماعت پر ہوا جس میں ایک شخص کہتا تھا سو ۱۰۰ مرتبہ ''اللہ اکبر'' پڑھو حلقہ نشین لوگ کنکریوں پر سو مرتبہ تکبیر کہتے پھر وہ کہتا سو ۱۰۰ بار ''لا الہٰ الا اللہ'' پڑھو تو وہ سو بار تہلیل پڑھتے ۔ پھر وہ کہتا سو ۱۰۰ دفعہ سبحان اللہ کہو تو وہ سنگریزوں پر سو دفعہ تسبیح پڑھتے ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ نے فرمایا تم ان سنگریزوں اور کنکریوں پر کیا پڑھتے تھے ۔ وہ کہنے لگے ہم تکبیر و تہلیل و تسبیح پڑھتے رہیں ہیں آپ نے فرمایا'' فقال فعدو ا من سیئاتکم فانا ضامن ان لا یضیع من حسناتکم شیئی و یحکم یا امۃ محمد ﷺ ما ا سرع ھلکتکم ھٰؤلاء صحابۃ نبیکم متوافرون و ھٰذاثیابہ لم تبل و اٰنیتہ لم تکسر'' (الیٰ ان قال) او مفتحی باب ضلالۃ کنکریوں پر اپنے گناہ شمار کیا کرو میں اس کا ضامن ہوں کہ تمہاری نیکیوں میں سے کچھ ضائع نہ ہوگا تعجب ہے تم پر اے امت محمد ﷺ، کیا ہی جلدی تم ہلاکت میں پڑ گئے ہو ابھی تک حضرات صحابہ کرام تم میں بکثرت موجود ہیں، اور ابھی تک جناب رسول اللہ ﷺ کے کپڑے پرانے نہیں ہوئے اور ابھی تک آپ کے برتن نہیں ٹوٹے (آگے فرمایا) اندریں حالت تم بدعت اور گمراہی کا دروازہ کھولتے ہو (مسند دارمی ص ۳۸ قلت بسند صحیح) اھ بلفظہ. ملاحظہ ہو (راہ سنت ص ۲۳)

اس روایت سے وہابیہ کے مئوقف کی واضح تائید ہوتی ہے ۔ تسلی بخش جواب درکار ہے ۔ بینوا تو جروا ۔

منجانب: محمد علی حنفی

محمد رضاء الحسنی

محمد ظفر رضوی

(حیدرآباد سٹی ۔ صوبہ سندھ ۔ پاکستان)

الجواب و باللہ توفیق التسدید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی ونسلّم علی رسولہ الکریم وعلی اٰلہ و صحبہٖ وتبعہٖ و علینامعھم اجمعین

روایت ہٰذا واقعی وہابیہ کی مایہ ناز اور چوٹی کی سمجھی جانے والی دلیل ہے جس پر وہ بہت نازاں اور فرحاں ہیں جبکہ حقیقت میں وہ تارعنکبوت (مکڑی کے جالے) سے بھی زیادہ کمزور ہے جو روایت اور درایت کسی کے اصول سے بھی صحیح ثابت نہیں ہے۔ اور نہ ہی اسے ان کے دعوٰی سے کچھ مطابقت ہے بلکہ کئی طرح سے خود ان کے خلاف ہے۔ فقیر اس کا مکمل اور مفصل مع لہ وما علیہ رد ''مصباح سنت'' بہ جواب ''راہ سنت'' حصہ پنجم میں کر چکا ہے، اس لئے الگ سے لکھنے کے بجائے اسی کو من وعن نقل کر دینا ہی کافی ہے جو پیشِ خدمت ہے۔ چنانچہ فقیر نے اس کے جواب میں لکھا تھا۔

گکھڑوی نے یہ روایت پوری نقل نہیں کی بلکہ ادھوری پیش کی ہے جیسا کہ ان کے ان الفاظ سے بھی خوب ظاہر ہے کہ ''روایت کا خلاصہ یہ ہے'' نیز آخر میں کہا ''آگے فرمایا''۔ پھر خلاصہ بھی انہوں نے اپنے حسب پسند لکھا ہے جس سے با آسانی ان کی مطلب برآرائی ہو سکے۔ اس لئے ضروری ہے سب سے پہلے ہم مکمل روایت کو اپنے قارئین کے سامنے رکھیں تا کہ اس کے مباحث نیز مدعا کو کما حقہ سمجھنے میں کچھ دقت نہ ہو، نیز گکھڑوی نے اس کی وقعت بڑھانے کی غرض سے کچھ الفاظ کا از خود اضافہ بھی کیا ہے چنانچہ دارمی کا نشان صفحہ دینے کے بعد متّصلاً انہوں نے لکھا ہے ''قلت بسند صحیح'' یعنی میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ہٰذا ''بسند صحیح'' ہے جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ یہ شاید خود علامہ دارمی کا قول ہے جو قطعاً خلاف واقعہ ہے کیوں کہ دارمی نے اس پر یہ حکم ہرگز نہیں لگایا جس سے گکھڑوی کی چستیٔ فن کی نشاندہی ہوتی ہے تو لیجئے مکمل روایت حسن ذیل ہے:۔

مکمل روایت دارمی

۲۰۴۔ اخبرنا الحکم بن المبارک، انا عمر بن یحیی، قال : سمعت أبیی یحدث عن ابیہ، قال : ک
نجلس علی باب عبداللہ بن مسعود قبل صلاۃ الغداۃ،فاذا خرج مشینا معہ الی المسجد فجاء نا ابو
موسی الاشعریی فقال: اخرج الیکم ابو عبد الرحمن بعد ؟قلنا : لا، فجلس معنا حتی خرج ،فلما
خرج قمنا الیہ جمیعافقال لہ ابو موسی: یا ابا عبدالرحمن، انیی ر أ یت فی المسجد اٰ فا امرا ً انکرتہ
ولم ار والحمدللّٰہ ، الا خیراً قال : فما ھو ؟ فقال : ان عشت فستراہ . قال : رأیت فی الم
قوماحلقا جلوسا ینتظرون الصلاۃ فی کل حلقۃ رجل و فی ایدیھم حصا فیقول: کبّروامائۃ، فیکبّرون

مائة، فيقول: هلّلوامائة، فيهللون مائة ، و يقول : سبّحو امائة ، فيسبّحون مائة.

قال :فما ذا قلت لهم؟قال : ما قلت لهم شيئـاًانتظار ر أيک أو انتظار امرک. قال :أفلا أمرتهم أن يعدّواسيّئاتهم، و ضمنت لهم أن لا يضيع من حسناتهم، ثم مضى و مضينامعه حتىّ أتى حلقة من تلک الحلق، فوقف عليهم فقال: ما هٰذاالذى اراكم تصنعون ؟ قالوا: يا ابا عبدالله حصا نعدّبه التكبيروالتهليل والتسبيح.

قال: فعدّو سيّئاتكم، فانا ضامن ان لا يضيع من حسناتكم شئى، و يحكم ياأ مةمحمد ﷺ ما أسرع هلكتكم هٰئو لاء صحابةنبيّكم متوافرون و هذٰه ثيابه لم تُبل، و اٰنيته لم تكسر،والذى نفسى بيده انكم لعلى ملة هيى أ هدى من ملة محمد؟او مفتتحوا باب ضلالة؟ قالوا: و الله يا ابا عبدالرحمن، ما اردنا االاّ الخير؟ قال : وكم من مريد للخير لن يصيبه، أن رسول الله حدثنا: ان قوماً يقرئوون القرآن لا يجاوزتراقيهم، و ايم الله ما أدريى لعل اكثر هم منكم، ثم تولّى عنهم،فقال عمرو بن سلمة : ر أيناعامةأولئک الحلق يطاعنونا يوم النهروان مع الخوارج.

یعنی محدث دارمی نے کہا ہمیں حکم بن مبارک نے خبر دی اس نے کہا ہمیں عمرو بن یحی نے بتایا اس نے کہا میں نے اپنے والد سے سنا وہ اپنے والد (عمرو بن سلمہ) کے حوالہ بیان کرر ہے تھے انہوں نے فرمایا کہ ہم نماز فجر سے قبل حضرت عبداللہ بن مسعود کے درِدولت پر بیٹھ جاتے تھے پس جب وہ باہر تشریف لاتے تو ہم آپ کی ہمراہی میں مسجد کو جاتے تھے۔ایک بار (ہم بیٹھے تھے کہ) ہمارے پاس حضرت ابوموسیٰ اشعری تشریف لائے تو آپ نے ہم سے کہا: کیا ابوعبدالرحمٰن (حضرت ابن مسعود) میرے جانے کے بعد تمہارے ہاں گھر سے تشریف لائے تھے؟ ہم نے کہا: نہیں پس آپ ہمارے ساتھ تشریف فرما ہوگئے یہاں تک حضرت ابن مسعود باہر تشریف لائے پس آپ کی تشریف آوری پر ہم سب نے کھڑے ہوکر استقبال کیا۔حضرت ابوموسیٰ نے جھٹ سے،آپ سے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! میں نے ابھی مسجد میں ایک نیا کام دیکھا ہے جو میری رائے الحمدللہ بہت ہی اچھا کام ہے آپ نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ عرض کی آپ تشریف لے جاکر اسے بہ چشمِ سر خود بھی ملاحظہ کر سکتے ہیں۔میں نے مسجد میں کچھ لوگوں کو حلقے بنائے بیٹھے دیکھا ہے جو اگلی نماز کے انتظار میں ہیں۔ہر حلقہ پر ایک ایک شخص نگران کے طور پر ہے اور شرکاء کے ہاتھوں میں شماروں کے کنکر ہیں۔حلقہ کا نگراں انہیں ہدایت کرتے ہوئے کہتا ہے: سو بار اللہ اکبر پڑھو تو وہ سو بار اللہ اکبر کہتے ہیں پھر وہ کہتا ہے: سو بار کلمہ طیبہ پڑھو تو وہ سو بار کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں۔نیز کہتا ہے کہ سو بار سبحان اللہ پڑھو پس وہ سو بار سبحان اللہ پڑھتے ہیں۔

آپ نے فرمایا! جناب نے ان سے کیا کہا؟ عرض کی میں نے آپ کی رائے کا انتظار کرتے ہوئے یا کہا آپ کے حکم کے انتظار میں کچھ بھی نہ کہا۔ فرمایا: آپ نے انہیں یوں کیوں نہیں کہا کہ وہ اپنی خطاؤں کو شمار کریں اور آپ نے انہیں اس کی ضمانت کیوں نہ دی کہ ان کی نیکیوں میں سے کچھ ضائع نہیں ہوگا۔ پھر آپ روانہ ہوئے اور ہم بھی آپ کے ہمراہ چل پڑے یہاں تک کے آپ ان حلقوں میں سے ایک حلقہ کے پاس کھڑے ہوئے پس ان سے فرمایا: یہ جو میں تمہیں کرتے دیکھ رہا ہوں، کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا اے ابو عبداللہ! یہ شماروں کے کنکر ہیں جن پر ہم تکبیر، تہلیل اور تسبیح کی گنتی کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم اپنی برائیاں شمار کرو میں اس کا ضامن ہوں کہ تمہاری نیکیوں میں سے کچھ بھی ضائع نہ ہوگا۔ اُف اے حضور کی اُمّت! تم جلد ہی ہلاکت میں پڑ گئے ہو یہ تمہارے نبی ﷺ کے صحابہ ہیں جو کثرت سے موجود ہیں۔ یہ آپ ﷺ کے کپڑے ہیں جو بوسیدہ نہیں ہوئے اور آپ کے برتن ہیں جو ٹوٹے نہیں ہیں۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ تم ایسے دین کو اختیار کر رہے ہو جو تمہارے خیال میں حضور کے دین سے بڑھ کر ہدایت والا ہے یا پھر تم گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو۔

انہوں نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! قسم بخدا ہم نے تو اس سے نیکی کے سوا کوئی ارادہ نہیں کیا۔ فرمایا: بہت سے لوگ نیکی کی نیت سے کام کرتے ہیں مگر وہ نیکی کو پا نہیں سکتے۔ رسول ﷺ نے ہم سے فرمایا تھا کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ اور مجھے اللہ کی قسم اس ارشاد کی رو سے لگتا ہے کہ ان کی اکثریت تمہیں سے ہوگی۔ یہ کہ کر آپ ان سے واپس ہو گئے۔

عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جنگ نہروان میں وہ حلقے والے، خوارج کے ساتھ مل کر ہمارے مقابلہ میں لڑ رہے تھے۔ ملاحظہ ہو ﴿سنن دارمی ج ا ص ۷۹، ۸۰، باب ۲۳، فی کراھیۃ اخذ الرأی حدیث ۲۰۴، طبع دار الکتب العربی بیروت مطبوعہ ۱۴۱۷ھ، مطابق ۱۹۹۷ء﴾

یہ روایت بھی کسی طرح سے لائق احتجاج نہیں بناء بریں وہ گکھڑوی کو کچھ مفید ہے نہ ہمیں کچھ مضر نہیں جس کی تفصیل میں متعدد جوابات ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔ **فا قول باللہ التوفیق وبیدہ اتمۃ التحقیق**

جواب اول ﴿سنداً و متناً / روایۃً ودرایۃً صحیح ثابت نہیں﴾

کسی روایت کے لائق احتجاج ہونے نہ ہونے کو سمجھنے کے لئے اس کی سند و متن کو روایت و درایت کے اصولوں کے معیار پر جانچ پرکھ کی جاتی ہے۔ روایت ہذا دونوں کی رو سے قطعاً نا قابل احتجاج اور بالکل ساقط الاعتبار ہے۔

بالفاظ دیگر سنداً ومتناً، روایۃً ودرایۃً کسی طرح سے صحیح ثابت نہیں ہے تفصیل حسب ذیل ہے

جزء الف: سند پر کلام :۔ چنانچہ گکھڑوی کی محولہ کتاب دارمی میں روایت ہذا کی سند اس طرح ہے۔

''اخبرنا الحکم بن المبارک انا عمر بن یحیٰی قال سمعت ابی یحدث عن ابیہ یعنی عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی محدّث سمرقندی ﴿متوفّٰی ۲۵۵ھ﴾ نے کہا: ہمیں حکم بن مبارک نے خبر دی۔ اس نے کہا کہ ہمیں عمر بن یحیٰی نے بتایا۔ اس نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا وہ اپنے والد (جد عمر بن یحیٰی) کے حوالہ سے بیان کررہے تھے کہ انہوں نے فرمایا ﴿آگے پیش نظر روایت کا متن ہے﴾

ملاحظہ ہو ﴿سنن دارمی ج ۱ ص ۷۹، ۸۰، باب ۲۳، فی کراھیۃ اخذ الرأی حدیث ۲۰۴، طبع دارالکتب العربی بیروت مطبوعہ، مطابق ۱۹۹۷ء ، ۱۴۱۷ھ﴾

وضاحت : ہمارے پیش نظر سنن الدارمی کے نسخوں میں ''عمر بن یحیٰی'' ہی لکھا ہے جو فقیر کے حسبِ دانست کتابت کی غلطی ہے۔ صحیح عمرو بن یحیٰی ہے۔ دلیل یہ ہے کہ روایت ہذا کے آخر میں راوی مذکور کے دادا کا نام ''عمرو بن سلمۃ'' مذکور ہے جو روایت ھٰذا کے مرکزی راوی ہیں۔ چنانچہ اس میں لکھا ہے: فقال ''عمرو بن سلمۃ'' جب کہ ہمارے پیش نظر کتب رجال میں سے کسی کتاب میں بھی عمر بن یحیٰی نام کا ایسا راوی نہیں ہے کہ جس کے دادا کا نام ''عمرو بن سلمۃ'' ہو اور اس سے حکم بن مبارک کا سلسلۂ تلمذ ہو۔

علاوہ ازیں تہذیب الکمال میں حکم مذکور کے اساتذہ میں عمرو بن یحیٰی ہی ہے۔ پورا نسب یوں لکھا ہے:

'' عمر و بن یحیٰی بن عمرو بن سلمه بن الحارث الکوفی''.

ملاحظہ ہو۔ ﴿تہذیب الکمال ج ۳، ص ۵۶، ۵۷ راوی ۱۴۴۲ طبع دارالکتب العلمیہ بیروت﴾

پس اس تفصیل کی روشنی میں سند دارمی میں ''سمعت ابی'' میں ''ابی'' کے الفاظ کا مصداق ''یحیٰی'' ہے اور ''عن ابیہ'' میں ''ابیہ'' سے مراد عمرو بن سلمہ ہیں جو اس سند کی رو سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ سے (تابعی) ہیں اور پیش نظر روایت کے مرکزی راوی۔

اب پڑھیے ائمہ شان کی زبانی سند ہذا پر کلام:۔

حکم بن مبارک : روایت ہذا کا پہلا راوی ''حکم بن مبارک'' ہے اس کے متعلق محدث ابن عدی نے کہا ہے کہ یہ ان راویوں میں سے ہے جو حدیثوں کے چور تھے چنانچہ موصوف نے ''احمد بن عبدالرحمٰن بن وہب ابوعبیداللہ ابن اخی ابن وہب'' کے ترجمہ میں اس کی ایک روایت ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:''و سرقه منه جماعة منهم (الیٰ ان قال

والحکم بن المبارک یعنی یہ روایت اسی (احمد بن عبدالرحمٰن) کی ہے جسے اس سے ایک گروپ نے چرالیا ہے جس کا ایک رکن حکم بن مبارک ہے۔

ملاحظہ ہو﴿الکامل فی الضعفاء الرجال ج ۱، ص ۳۰۴ راوی ۲۲ لابن عدی متوفّٰی ۳۶۵ھ طبع دارالکتب العلمیہ بیروت﴾

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "وعده ابن عدی فی ترجمة احمد بن عبدالرحمن الوهبی فیمن یسرق الحدیث"، یعنی محدث ابن عدی نے اسے احمد بن عبدالرحمٰن الوہبی کے حالات کے بیان کے ضمن میں حدیث کے چوروں میں شمار کیا ہے

﴿تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۷۷، راوی ۶۳ طبع ملتان﴾

اسی طرح علامہ شمس الدین ذہبی نے بھی لکھا ہے حیث قال "اما ابن عدی فانه لوح فی ترجمة احمد عبدالرحمن الوهبی بانه ممن یسرق الحدیث" الخ

﴿میزان الاعتدال ج ۱ ص ۵۷۹ راوی ۲۱۹۶ طبع مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل﴾

ابن عدی حدیث چوری کا حکم بیان کرتے ہوئے مختلف اسلاف کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔ "سرقة صحف العلم مثل سرقة الدنا نیر والدراهم نیز "سرقة العلم اشد من سرقة الحال یعنی علم اور کتب علم کا چرانا روپے پیسوں اور مال کے چرانے کے جیسا جرم ہے بلکہ اس کا حکم کئی گناہ سخت ہے۔

ملاحظہ ہو﴿الکامل ج ۱ ص ۲۵۹ طبع مذکور﴾

عمرو بن یحییٰ: اس کا دوسرا راوی "عمرو بن یحییٰ" ہے جس کے بارے میں محدث ابن عدی امام یحییٰ بن معین کے حوالہ سے لکھتے ہیں انہوں نے فرمایا "لیس بشئ" یعنی فن حدیث میں کچھ بھی نہیں۔" یعنی لم یکن یرضی یعنی امام موصوف اس پر راضی نہ تھے۔ ابن عدی کہتے ہیں:" و عمرو هٰذا لیس له کثیر روایةولم یحضر نی له شئی فأذکره"، یعنی اس راوی کی اتنی زیادہ روایتیں نہیں پائی جاتیں اور نہ ہی اس کی روایات سے مجھے کوئی یاد ہے کہ میں اسے بیان کروں۔

﴿الکامل ج ۶ ص ۲۱۵ راوی ۱۲۸۷، طبع بیروت﴾

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں: "قال یحییٰ لیس حدیثه بشئی وقال مرة لم یکن بمرضی یعنی اس کی روایت کسی کام کی نہیں نیز یہ کہ یہ پسندیدہ شخص نہیں۔

﴿کتاب الضعفاء والمتروکین ج ۲ ص ۲۳۳ راوی ۲۶۰۱ طبع مکة المکرّمہ﴾

علامہ ذہبی ارقام فرماتے ہیں:" قال یحییٰ بن معین لیس حدیثه بشئی قد رائیته یعنی ابن معین نے فرمایا یہ شخص میرا دیکھا ہوا ہے اس کی روایت کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ ذہبی فرماتے ہیں:" و ذکره ابن عدی مختصرا یعنی ابن عدی نے امام موصوف کا یہ قول مختصراً ذکر کیا ہے پورے الفاظ نہیں لکھے۔

﴿میزان الاعتدال ج۲ص۲۹۳ راوی ۶۴۷۴ طبع سانگلہ ہل﴾

نیز المغنی فی الضعفاء للذہبی ج۲ص۱۵۶، ۴۷۳۰طبع دار الکتب العلمیہ ولفظہ " قال یحییٰ بن معین لیس حدیثه بشئی و قد رائیته" ۵۱

امام ابن حجر نے بھی بعینہٖ یہی لکھا ہے۔ مزید فرماتے ہیں:" قال ابن خراش لیس بمرضیّ و قال ابن عدی لیس له کبیر شئی ولم یحضرنی له شئی یعنی امام ابن خراش نے فرمایا یہ علم حدیث کے حوالہ سے پسندیدہ شخصیت نہیں۔ ابن عدی نے کہا قلیل الروایۃ ہے۔ اس کی کوئی روایت مجھے مستحضر بھی نہیں۔

ملاحظہ ہو﴿لسان المیزان ج۴ص۳۷۸ راوی ۱۱۲۸ طبع ملتان﴾

اقول : علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر کے قول " ذکره ابن عدی مختصرا" کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے متعلق امام یحییٰ بن معین کے پورے لفظ اس طرح ہیں:" لیس حدیثه بشئی قد رأیته" جبکہ ابن عدی نے انہیں اختصار کے ساتھ صرف اتنا لکھا ہے:" لیس بشئی" جیسا کہ خود علامہ ذہبی کے نقل کردہ الفاظ سے بھی ظاہر ہے۔

تنبیه نبیه : ۔ کتاب الجرح والتعدیل ﴿ج۶ص ۲۶۹ راوی ۱۴۸۷ طبع حیدرآباد دکن دار احیاء التراث العربی بیروت﴾

میں ابن ابی حاتم نے کہا:" ذکره ابی عن اسحٰق بن منصور عن یحییٰ بن معین انه قال عمرو بن یحییٰ بن سلمة ثقة" یعنی میرے والد نے اس کا ذکر اسحٰق بن منصور کے طریق سے امام یحییٰ بن معین کے حوالہ سے کیا۔ انہوں نے فرمایا: عمرو بن یحییٰ بن سلمہ ثقہ ہے۔

جواباً عرض ہے کہ یہ کتابت کی غلطی ہے یا پھر کتاب الجرح والتعدیل میں یہ کوئی اور شخص ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ اس میں "عمرو بن یحییٰ بن سلمہ" لکھا ہے جب کہ مبحث فیہ شخص "عمرو بن یحییٰ بن عمرو بن سلمہ" ہے الا اینکہ یہ بھی کتابت کی غلطی سے ہو یا اس میں "عمرو" منسوب الیٰ جدہ ہو مگر یہ احتمال ضعیف ہے کیوں کہ محدث ابن عدی، امام نقد علاّمہ ذہبی، محدث متشدد ابن الجوزی اور حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانی نے امام یحییٰ کی جرح والی روایت تحریر کی ہے توثیق والی روایت کا ذکر تو کجا، اس کی جانب ہلکا سا اشارہ تک بھی نہیں کیا اور بیک زبان و بیک قلم سب نے اس کے مجروح ہونے پر اتفاق کرتے ہوئے یہی

فیصلہ دیا کہ ''یــس حــدیثــہ بشئــی'' ''لــم یکن بمـرضی'' یعنی اس کی روایت کسی کام کی نہیں اور نہ ہی یہ کوئی پسندیدہ شخصیت ہے پس اس کی جرح متعین ہوئی۔ علاوہ ازیں ابن خراش نے اسے مجروح قرار دیا ہے (کمامر) امام یحیٰ سے (بفرض تسلیم روایت توثیق) جرح بھی منقول ہے جب کہ اس کی توثیق کسی اور سے منقول نہیں بناء بریں اس کی جرح ہی راجح ہوئی۔ علاوہ ازیں بر تقدیر تسلیم توثیق والی روایت ''اسحٰق بن منصور'' سے ہے جب کہ جرح والی روایت ''احمد بن یحیٰ'' اور ''لیث بن سعدہ'' سے ہے۔ یعنی امام یحیٰ سے عمرو پر جرح دو راوی نقل کر رہے ہیں جب کہ توثیق نقل کرنے والا ایک راوی ہے پس توثیق والی روایت شاذ ہو کر مردود قرار پائی۔ **وھو المقصود و للہ الحمد**

متــن پــر کلام :۔ روایت ہذا کا متن اور مضمون اصول درایت کے سراسر خلاف ہے بناء بریں وہ بھی سخت مخدوش، نہایت درجہ غلط اور قطعی طور پر واجب الرد اور نا قابل قبول ہے جس کی متعدد وجوہ ہیں (جن میں سے ہر وجہ ایک مستقل جواب کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے ان میں سے ہر ایک کو الگ سے جواب کا عنوان بھی دیا جا سکتا ہے) بعض وجوہ حسب ذیل ہیں

متن هذا کے واجب الرد ہونے کی بعض وجوہ

وجہ اول ﴿قرآن وسنت کی عمومی واطلاقی نصوص صریحہ قطعیہ کے خلاف ہے﴾

اس کا مضمون قرآن سنت کی ان سینکڑوں عمومی واطلاقی نصوص صریحہ قطعیہ کے خلاف ہے جن کا عموم واطلاق اس امر کا متقاضی ہے کہ تکبیر وتحمید، تسبیح وتہلیل اور ذکر الٰہی ہر وقت ہو الا ما شاء اللہ ورسولہ (جلّ وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جب کہ اسے صحیح مان لینے کی صورت میں ان نصوص کا عموم واطلاق باطل ہو جاتا ہے جب کہ وہ ان کی مخصِّص اور مقیّد بننے کی صالح بھی نہیں کہ وہ ''خبر واحد صحیح'' بھی نہیں چہ جائیکہ وہ مشہور ومتواتر ہو جب کہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ ''**المطلق یجری علیٰ اطلاقہ والعام علیٰ عمومہ**'' مطلق وعام اپنے عموم اطلاق پر اور اپنے اپنے ہر فرد پر حاوی ومشتمل ہوتے ہیں جن میں معیاری شرعی دلائل کے بغیر تخصیص وتقیید جائز نہیں ہوتی ﴿**کما حققہ المحقق علی الاطلاق والفاضل البھاری فی التحریر و مسلم الثبوت و غیرھما**﴾ بر تقدیر تسلیم صحت بھی وہ صالح تخصیص وتقیید نہیں جو محققین احناف کے ہاں متفق علیہ ہے جیسے کتب اصول فقہ میں عام ومطلق کی بحث میں دیکھا جا سکتا ہے۔ **لاحظ اصول الشاشی و نور الانوار و غیرھما من معتمدات الا سفار بحث ثلثۃ قروء و ا لنکاح با لولی او غیرہ و لایخفی علیٰ احد من خدام الاصول.**

قرآن و سنت کی بعض نصوص:۔ اس سلسلہ کہ آیات بہ کثرت ہیں بطور نمونہ بعض رقم کی جاتی ہیں

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ا تا ۳۔" الحمد لله رب العالمین"۔ یعنی ہر طرح سے اور ہر حوالہ سے ہمہ وقت اور ہمہ قسم حمد اللہ ربّ العالمین کے لئے ہے۔﴿پ ا، فاتحہ آیت ا ،پ۲۴ الزمر آیت ۷۵،پ ۷ الانعام آیت ۴۵ ﴾

۴۔"و لذکر الله اکبر ' ' یعنی اللہ کا ذکر بہت اہم چیز ہے۔﴿پ۲۱ العنکبوت آیت ۴۵﴾

۵۔ "وکبره تکبیراً" یعنی اس کی بڑائی بہت بیان کریں (مثلاً اللہ اکبر کہیں)﴿پ۱۵ الاسراء آیت ۱۱۱﴾

٦۔ "وربک فکبر" یعنی آپ اپنے رب کی بڑائی بیان کریں۔﴿پ ۲۹ المدثر آیت ۳ ﴾

۷۔ "و ا ذکـر اسـم ربک و تبتـل الیـه تبتیلا" یعنی آپ اپنے رب کے نام کا ذکر فرمائیں اور اسی کی جانب پورے متوجہ رہیں۔﴿پ ۲۹ المزمل آیت ۸﴾

۸۔ "و سبح بحمده" آپ اس کی حمد کے ساتھ تسبیح فرمائیں ﴿پ ۱۹ الفرقان ۵۸ آیت ﴾

۹۔ " فسبح بحمدربک " آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح فرمائیں۔﴿پ ۳۵ النصر ۳ آیت ﴾

سبح لله ما فی السمٰوٰت و الارض ﴿پ۲۷ الحدید آیت ا﴾ وما فی الارض ﴿پ۲۸ الحشر آیت ا﴾

یسبح لله ما فی السمٰوٰت وما فی ا لارض ﴿پ۲۸ الجمعہ آیت ا﴾، والارض ﴿پ۲۸ التغابن آیت ا﴾ یسبح له ﴿پ ۲۸ الحشر آیت ۲۴﴾ تسبـح لـه السمٰـوٰت السبـع و ا لارض و مـن فیهـن و ان مـن شئـی الا یسبح بحمده و لکن لا تفقهون تسبیحهم الآیة ﴿پ ۱۵ الاسراء آیت ۴۴﴾

یعنی ساتوں آسمانوں اور زمینوں سمیت ان میں رہنے والی جملہ مخلوقات ﴿ماسوائے کفار جن وانس﴾ حتّٰی کہ بے جان اشیاء بھی تسلسل کے ساتھ اللہ جلّ جلالہ کی تسبیح میں ہیں اور رہیں گی۔

نیز قرآن میں ہے ملائکہ نے عرض کی تھی " و نحـن نسبـح و نقدس لک" یعنی ہم حمد کے ساتھ تیری تسبیح بولتے اور تیری تقدیس بیان کرتے ہیں ﴿پ ا البقرۃ آیت ۳۰﴾ "الـذیـن یحملون العرش و من حوله یسبحون بحمد ربهم" یعنی ملائکہ حاملین عرش اور ملائکہ کروبیان (قدسیوں) کا ایک معمول یہ ہے کہ وہ بالدوام اپنے رب کی حمد و تسبیح اور تسبیح و حمد بیان کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔﴿پ ۲۴ مؤمن آیت ۷﴾، "و الـملٰـئکة یسبـحـون بـحـمـد ربهم" یعنی فرشتے ہمیشہ اپنے رب کی حمد و تسبیح بیان کرتے رہیں گے۔﴿پ ۲۵ الشوریٰ آیت ۵﴾، حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں کہا: " لا الـٰه الا انت سبحـانک" اسی کی برکت سے باہر تشریف لائے۔﴿الانبیاء۔ الصافات﴾، حضرت داؤد علیہ السلام تسبیح فرماتے تو پہاڑ اور پرند بھی ساتھ مل کر تسبیح کہتے ﴿ص﴾ مطلب یہ ہے کہ زمین و آسمان کی تمام جاندار اور بے جان چیزیں قطرات و ذرّات اور خس و خاشاک کی منزل تک کو غیر مکلّف ہو کر بھی ہماری تسبیح و تحمید کریں اور

ذکر بجالائیں ملائکہ قدسی ہوں، انبیاء رسل و کرام علیھم السلام معصوم ہو کر بھی اس پر کار بند ہیں تو عام انسانو! تمہیں کیا ہو گیا کہ تم مکلّف ہونے کہ با وجود اس سے پس و پیش کرو اور گکھڑوی جی! تیری جماعت کو کیا ہو گیا کہ تم اس سے منع کرنے کے لئے کمر بستہ ہو کر سراپا تحریک بنے ہوئے ہو؟ مزید سنئے اللہ ایمان والوں سے کیا فرماتا ہے۔

ا۔ ” یٰا یھا الذّین اٰمنو اذکرو اللہ ذکراً کثیرا و سبحو ہ بکرۃً و اصیلاً“ یعنی اے ایمان والو! اللہ کا ذکر بہت ہی کثرت سے کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح بولو ﴿پ۲۲ الاحزاب آیت ۴۱،۴۲﴾

۲۔ ”واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون“ یعنی اللہ کا ذکر کثرت سے کرو اسی میں تمہاری حد درجہ کامیابی ہے۔
﴿پ۱۰ الانفال آیت ۵، پ۲۸ الجمعہ آیت ۱۰﴾

۳۔ ”فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدو والا صال رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ و اقام الصلاۃ و ایتاء الزکٰوۃ الآیۃ“ یعنی مساجد کہ جنہیں بنانے اور ان میں اللہ کے ذکر کرنے کا منجانب اللہ حکم ہے ان میں صبح شام کچھ ایسے مرد اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں کی جنہیں تجارت اور مالی معاملات بھی اللہ کے ذکر، نماز کے قائم کرنے اور ادائے زکٰوۃ سے غافل نہیں کر سکتے۔ ﴿پ۱۸ النور آیت ۳۶،۳۷﴾

۴۔ ” یٰا یھا الذّین اٰمنو الا تلھکم اموالکم و لا اولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذٰلک فا و لٰئک ھم الخٰسرون“ یعنی اے ایمان والو! تم اس طرح سے رہو کہ تمہیں تمہارے مال و اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر پائیں اور جنہوں نے اس کی خلاف ورزی کی تو وہ نقصان اٹھائیں گے۔ ﴿پ۲۸ المنافقون آیت ۹﴾

۵۔ ” ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذ کر فیھا اسمہ“، یعنی اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں جو مساجد میں ذکر الٰہی کے ہونے سے روکے۔ ﴿پ۱ البقرۃ آیت ۱۱۴﴾

۶۔ ” من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس“ یعنی یوں کہا کیجئے کہ میں ذکر الٰہی سے پیچھے ہٹنے والے اس شیطان اور دیو کے سر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جو لوگوں کے صاف دلوں کو اپنے وسوسوں سے گدلا اور پراگندہ کر کے عام ازیں کہ وہ جنوں کے طبقہ سے ہو یا انسانوں کی نسل سے۔ ﴿پ۳۰ سورۃ والناس آیت ۴،۵،۶﴾

۷۔ ذکر و تسبیح و تحمید اور تکبیر و تہلیل اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے جس کے متعلق ارشاد ہے۔ ” یٰا یھا الناس اعبدوا ربکم“ اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو۔ ﴿پ۱ البقرۃ آیت ۲۱﴾

۸۔ ” وما خلقت الجنّ والانس الا لیعبدو“ یعنی میں نے جن و انس کو محض اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت

کریں۔ ﴿پ ۲۷ الذاریات آیت ۵۶﴾

۹۔ ”واعبد ربک حتی یأتیک الیقین یعنی تاحین حیات زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی عبادت میں گزاریئے۔ ﴿پ ۱۴ الحجر آیت ۹۹﴾

نتیجہ واضح ہے کہ ذکر و تسبیح و تحمید اور تکبیر و تہلیل مطلوب الٰہی ہیں جرم نہیں، جرم تو اس کی خلاف ورزی ہے پس زیر بحث روایت میں مذکور لوگ قطعی طور پر ان آیت قرآنیہ کے مقتضا پر عمل کر رہے تھے جب کہ روایت کا مضمون اسے بدعت سیّئہ اور ضلالت قرار دے رہا ہے پس وہ قرآن سے متصادم ہو کر واجب الرد ہوئی۔ اسے صحیح ماننے سے قرآن کی بے شمار آیات کا انکار لازم آتا ہے جسے علماء اصول نے روایت کے خود ساختہ اور غلط ہونے کی علامات بتایا۔ ﴿المنار المنیف لابن القیم وغیرہ﴾

وجہ ثانی :۔ ﴿مقام صحابہ رضی اللہ عنہم کے منافی ہے﴾

نقل کردہ آیت نمبر ۱، ۳، ۵ سے واضح ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مساجد میں کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے تھے جس کی پابندی کرنے کا انہیں حکم تھا نیز یہ کہ مساجد میں ذکر الٰہی سے منع کرنا ظلم عظیم ہے۔ جب کہ پیش نظر روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر اور قدیم الاسلام اور مقرب خاص بارگاہ نبوت علیٰ صاحبھا الصلاۃ والسلام کو معاذ اللہ اس کا منکر ظاہر کرتی ہے تو وہ اس طرح سے بھی قرآن سے متصادم ہو کر قطعاً واجب الرد اور سخت مردود قرار پائی۔

بعض احادیث کریمہ

ان آیات قرآنیہ کے مضامین کی تفصیل و تشریح بکثرت احادیث نبویہ علیٰ صاحبھا الصلاۃ والتحیۃ میں بھی موجود ہے۔ تبرکاً کچھ حسب ذیل ہیں۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

۱۔ رسول اللہ ﷺ سے عرض کی گئی افضل کلام کونسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ” ما اصطفی اللہ لملٰئکۃ سبحان اللہ و بحمدہٖ“۔ یعنی وہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کے لئے چنا یعنی سبحان اللہ وبحمدہٖ۔

۲۔ نیز فرمایا: ” لان اقول سبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر احب الی فما طلعت علیہ الشمس“، یعنی دنیا کی تمام چیزیں جمع کر لینے سے مجھے یہ پسند ہے کہ میں کہوں سبحان اللہ و الحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر. ملاحظہ ہو ﴿مشکوٰۃ ۲۰۰ بحوالہ صحیح مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ﴾

۳۔ نیز فرمایا:” کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمن سبحٰن اللہ وبحمدہٖ سبحٰن اللہ العظیم“، یعنی دو فقرے ہیں جو زبان پر کچھ وزن نہیں میزان پر بہت بھاری ہیں رب رحمٰن کو بہت

محبوب ہیں۔ وہ یہ ہیں: " سبحٰن اللہ و بحمدہٖ سبحٰن اللہ العظیم" ملاحظہ ہو ﴿ مشکوٰۃ ۲۰۰ متفق علیہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ﴾

۴۔ مزید فرمایا: " من قال سبحٰن اللہ العظیم غرست لہ نخلۃ فی الجنۃ" یعنی جو مسلمان ایک بار سبحٰن اللہ العظیم و بحمدہ کہے اس کیلئے جنت میں کھجور کا ایک پودا لگا دیا جاتا ہے۔ (یعنی اس کے لئے جنت ہے)

ملاحظہ ہو ﴿ مشکوٰۃ ۲۰۰ بحوالہ ترمذی عن جابر رضی اللہ عنہ ﴾

۵۔ نیز ارشاد ہے: " افضل الذکر لا الہ اللہ و افضل الدعاء الحمدللہ" سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر لا الہ الا اللہ اور سب سے اہم دعا الحمدللہ ہے۔

ملاحظہ ہو ﴿ مشکوٰۃ ۲۰۱ بحوالہ ترمذی و ابن ماجہ عن جابر رضی اللہ عنہ ﴾

۶۔ نیز فرمایا: " الحمدللہ رأس الشکر ما شکر اللہ عبد لا یحمدہ" الحمدللہ کے لفظ اداء شکر کے بنیادی لفظ ہیں بندہ جب تک اللہ کی حمد نہ کہے اس کے شکر سے عہدہ برآں اور سبک دوش نہیں ہو سکتا۔

﴿ مشکوٰۃ ۲۰۱ ب حوالہ شعب الایمان بیہقی عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ ﴾

۷۔ نیز ارشاد ہے: "من یدعی الی الجنۃ یوم القیمۃ الذین یحمدون اللہ فی السرّاء و الضرّاء" یعنی جن لوگوں کو جنت کی طرف بلایا جائے گا ان میں سرفہرست وہ لوگ ہیں جو خوشحالی و بدحالی (ہر حال میں) اللہ کی حمد کرتے ہیں۔

ملاحظہ ہو ﴿ مشکوٰۃ ۲۰۱ ب حوالہ شعب الایمان بیہقی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ﴾

۸۔ نیز حدیث قدسی میں آپ ﷺ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں اور ان میں رہنے والی تمام مخلوقات کو ترازو کے ایک پلڑے میں اور لا الٰہ الا اللہ کو دوسرے پلڑے رکھ دیا جائے "لما لت بھن لا الٰہ الا اللہ"، تو لا الٰہ الا اللہ کا پلڑا بھاری رہے گا

﴿ مشکوٰۃ ۲۰۱ بحوالہ شرح السنۃ للبغوی عن ابی سعید الخذری رضی اللہ عنہ ﴾

۹۔ نیز فرمایا: " جددوا ایمانکم بقول لا الٰہ الا اللہ"، یعنی لا الٰہ الا اللہ کا ورد کر کے اپنے ایمان کو تازہ کرو۔

۱۰۔ امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: " کان النبی ﷺ یذکر اللہ علی کل احیانہ" یعنی نبی کریم ﷺ ہمہ وقت اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔ ﴿ صحیح بخاری ج ا ص ۸۸ طبع کراچی ﴾

۱۱۔ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا روزِ قیامت اللہ کے ہاں سب سے اونچی شان اور بڑی فضیلت والا کون سا بندہ ہوگا؟ فرمایا: " الذاکرون اللہ کثیرا و الذاکرات "، اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔ عرض کی گئی مجاہد فی سبیل

اللہ سے بھی؟ فرمایا: ایسے مجاہد سے بھی ذاکر خدا ایک درجہ بڑھ کر ہے جو کفار و مشرکین سے اتنا لڑے کہ اس کی تلوار خون سے رنگین ہو اور اسی میں استعمال ہو کر ٹوٹ جائے۔

ملاحظہ ہو ﴿مسند احمد۔ ترمذی عن ابی سعید الخدری۔ مشکوٰۃ ۱۹۸﴾

۱۲۔ ارشاد فرمایا جو بازار میں داخل ہوتے وقت کلمہ توحید (لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد یحی و یمیت وھو علیٰ کل شئی قدیر) کہے تو اللہ اس کے لئے ایک کروڑ نیکیاں لکھ دیتا، اس کی ایک کروڑ خطائیں مٹا دیتا اور اس کے ایک کروڑ درجے بلند فرما دیتا اور اس کے لئے جنت میں ایک محل بنا دیتا ہے۔ ایک روایت میں ''فنادٰی'' کے لفظ ہیں یعنی بآواز بلند کہے۔

ملاحظ ہو ﴿الحاوی للفتاوٰی ج۲ ص۳۹۲ بہ حوالہ حاکم عن امیر المؤمنین عمر الفاروق رضی اللہ عنہ مرفوعاً﴾

۱۳۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا پہاڑ دوسرے پہاڑ کا نام لے کر پکارتا اور پوچھتا ہے۔ ''ھل مر بک الیوم للہ ذاکر'' ؟ کیا آج تجھ سے کسی ذاکر خدا کا گزر ہوا ہے؟ اگر وہ کہے ہاں تو وہ اسے کہتا ہے '' استبشر '' تجھے مبارک ہوا ھما اردنا ﴿الحاوی للفتاوٰی ج۱ ص۳۹۱ بحوالہ بیہقی﴾

۱۴۔ آپ ﷺ نے فرمایا: '' اکثرو ذکر اللہ حتی یقولو ا مجنو یعنی اللہ کا ذکر اتنی کثرت اور وارفتگی سے کرو کہ لوگ تمہیں پاگل کہیں۔

﴿الحاوی للفتاوٰی ج۱ ص۳۹۰ بہ حوالہ حاکم و شعب الایمان بیہقی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ و صححہ الحاکم﴾

۱۵۔ ایک مرسل روایت میں ہے۔ فرمایا: '' اکثرو ا اللہ ذکر اللہ حتی یقول المنافقون انکم مراء و یعنی اللہ کا ذکر اس قدر کثرت کے کرو کہ منافق تمہیں ریا کار کہیں۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج۱ ص۳۹۰ بہ حوالہ شعب الایمان بیہقی عن ابی الجوزاء رضی اللہ عنہ﴾

خلاصہ یہ کہ تسبیح و تحمید، تکبیر و تہلیل اور ذکر الٰہی کے فضائل و برکات اور تنبیہات و ترغیبات کے ان عمومی و اطلاقی اور تاکیدی ارشادات الٰہیہ اور فرامین مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ کے ہوتے ہوئے عقل سلیم یہ باور نہیں کر سکتی کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے عظیم و جلیل اور علامہ شریعت صحابی نے لوگوں کو ذکر الٰہی سے منع فرمایا ہو ورنہ لازم آئے گا کہ معاذ اللہ انہیں ان آیات و آحادیث سے انکار تھا بلکہ کتب سابقہ میں تو کثرت سے حمد الٰہی بجالانے اور اللہ اکبر کا ورد رکھنے کو حضور کی امت کی خاص نشانی بتایا گیا ہے امۃ الحمادون یحمدون فی کل سرّاء و یکبرون اللہ علیٰ کل نجد.

﴿الخصائص الکبریٰ ج ا ص ۱۰۱،۱۰ بحوالہ دارم ابن سعد و ابن عساکر عن ابن عباس عن کعب الاحبار رضی اللہ عنھم الغفار﴾

تو حضرت کو اس کا روکنے والا بتانا (العیاذ باللہ وخاکم بدہن گستاخ) انہیں امت سے بھی خارج قرار دینا ہے جو کسی انتہائی بے ایمان کا کام ہو سکتا ہے۔

وجہ ثالث ﴿قرآن وسنّت کی خصوص نصوص وغیرہ کے بھی خلاف ہے﴾

روایت ہذا کی ایک ایک شق جسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بدعت وضلالت قرار دیا گیا ہے، عمومی و اطلاقی نصوص کے علاوہ خصوصی نصوص اور اقوال وفتاوٰی ائمہ شان سے بھی ان کا جائز، مستحسن اور مستحب ہونا ایک ایک کر کے ثابت ہے۔ پس زیر بحث روایت کو صحیح مان لینے کی صورت میں ان نصوص کا بطلان اور ائمہ شان کی تضلیل اور ان کا بدعتی ہونا لازم آئے گا جو بذات خود باطل ہے جو اس کے واجب الرد ہونے کی ایک اور وجہ ہے۔ سب کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے۔

مطلقاً حلقهائے ذکر کا ثبوت: چنانچہ اس میں مسجد میں حلقہائے ذکر پر چوٹ ہے جب کہ وہ مسجد میں ہوں یا خارج از مسجد ہوں ہر طرح سے ثابت ہیں ﴿"رأیت فی المسجد قوماً حلقاً جلوساً" الحاوی ج ا ص ۷۹،۲۰۴﴾

ا۔ حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا: " و انا معه اذا ذکرنی فی نفسه و ان ذکرنی فی ملأ ذکرته فی ملأ خیر منهم" یعنی بندہ مؤمن جب میرا ذکر بجالاتا ہے تو اسے میری خاص معیت حاصل ہوتی ہے اگر وہ اکیلے میں میرا ذکر تو میں بھی اسے (اپنے حسب شان) اکیلے میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ اجتماع میں یاد کرے تو میں (اپنے حسب شان) اس سے بہتر اجتماع میں اسے یاد فرماتا ہوں۔

﴿مشکوٰۃ ص ۱۹۶ متفق علیہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، نیز الحاوی للفتاوٰی للامام السیوطی ج ص ۳۸۹
طبع مصر و پاک بحوالہ صحیح البخاری نیز ص ۳۹۱ بحوالہ البزار والبیہقی بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ﴾

۲۔ حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " ان لله ملئکة یطوفون فی الطرق یلتمسون اهل الذکر فا ذاو جدو ا قوما یذکرون الله تنادو اهلمو ا الی حاجتکم قال فیحفونهم باجنحتهم الی السماء الدنیا" (هذا لفظ البخاری و عند مسلم "ان لله ملئکة سیارة فضلاً یبتغون مجالس الذکر فا ذا وجدو ا مجلسا فیه ذکر قعدوا و حف بعضهم بعضا با جنحتهم حتی یملائوا ما بینهم و بین السماء یعنی اللہ تعالیٰ کے بڑی شان والے کچھ فرشتے ایسے ہیں جن کی ڈیوٹی یہ ہے

کہ وہ زمین پر گھوم پھر کر ایسے لوگوں کو تلاش کر کے بارگاہ الٰہی میں ان کی رپورٹ پیش کریں جو مجالس و محافل ذکر منعقد کر کے ان میں ذکر الٰہی بجالاتے ہوں پس جب وہ ایسے لوگوں کی مجلس و محفل پا لیتے ہیں جس میں اللہ کا ذکر ہورہا ہو تو وہ زمین پر پھیلے ہوئے اپنے رفقاء کو پکار کر کہتے ہیں ادھر آؤ جس مقصد کے لئے ہم آئے تھے وہ حاصل ہے پس وہ سب اس محفل میں اس طرح بیٹھ جاتے ہیں کہ وہ اہل محفل کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور زمین سے آسمان تک قطاریں بنا کر پورے ایریا کو بھر دیتے ہیں (آگے طویل حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ ان کے رپورٹ پیش کرنے کے بعد اس سے ارشاد فرماتا ہے:'' **فاشهد کم انی قد غفرت لهم** '' گواہ ہو جاؤ میں نے انہیں ان کے اس عمل کے باعث بخش دیا ہے ۔ایک فرشتہ کہتا ہے مولا! شرکاء میں فلاں گنہگار شخص بھی ہے جو ذکر کی نیت سے نہیں آیا، اس کے بارے میں کیا فیصلہ ہے؟ اللہ فرماتا ہے '' **هم الجلساء لا يشقى جلسهم**'(بخاری) ''**و له غفرت هم القوم لا يشقى جلسيهم**''یعنی ان صالحین کی برکت سے میں نے اسے بھی بخش دیا ہے کیوں کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے والا محروم نہیں جاتا۔(ملخّصاً)

ملاحظہ ہو﴿مشکوٰۃ ۱۹۷ بحوالہ صحیح بخاری و صحیح مسلم نیز الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۳۹۰ بحوالہ مسلم و حاکم عنہ نحوہ ولفظ الحاکم'' **ان فيهم عبد اخطاه جلس فيهم و ليس منهم فيقول و هو ايضاً قد غفرت له حلم القوم لا يشقى بهم جليسهم**'' **نیز ص ۳۹۲ بحواله البزار عن انس رضى الله عنه و لفظه'' يطلبون حلق الذکر**﴾

۳۔حضرت ابوھریرۃ اور حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنھم سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' **لا يقعد قوم يذكرون الله الا حفتهم الملٰئكة و غشيتهم الرحمة و نزلت عليهم السكينة و ذكرهم الله فيمن عنده**'' یعنی (اہل ایمان کا) کوئی بھی گروہ جب بھی اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے تو ملائکہ انہیں ڈھانپ لیتے ،رحمت ان پر چھا جاتی ،سکون قلبی کا ان پر نزول ہوتا اور اللہ (اپنے حسب شان) اپنے پاس والوں میں ان کا ذکر فرماتا ہے

ملاحظہ ہو۔﴿مشکوٰۃ ۱۹۶ بحوالہ صحیح مسلم نیز الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۳۹۰ بحوالہ صحیح مسلم و جامع ترمذی﴾

۴۔حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' **ما من قوم اجتمعو يذكرون الله الا نا داهم مناد من السماء قوموا مغفورا لكم قد بدلت سيئاتكم حسنات**'' یعنی جہاں کے (اہل ایمان)لوگ بھی اللہ تعالیٰ کا اجتماعی ذکر کریں رو آسمان سے انہیں منادی نداء کرتا ہے جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا۔اور تمہاری خطاؤں کو نیکیوں سے بدل دیا۔

ملاحظہ ہو﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۳۹۱ بحوالہ بیہقی﴾

۵۔رسول اللہ ﷺ پر جب آیت کریمہ **واصبر نفسک مع الذين يدعون ربهم الآية** (کہ آپ ان لوگوں

میں جلوہ گری فرمائیں جو اللہ کی رضا کے لئے صبح وشام ذکر الٰہی کرتے ہیں) تو آپ ﷺ انہیں تلاش کرنے کے لئے تشریف لے چلے پس آپ نے کچھ ایسے لوگوں کو ذکر الٰہی میں پایا جو پراگندہ سر، نحیف البدن تھے جن کے پاس تن ڈھانپنے کو ایک ایک کپڑا تھا تو آپ ﷺ ان میں جلوہ فگن ہوئے اور فرمایا اللہ کے لئے حمد ہے جس نے میری امت میں ایسے افراد پیدا فرمائے ہیں کہ جن کے ساتھ بیٹھنے پر مامور ہوا ہوں۔

ملاحظہ ہو ﴿الحاوی للفتاوٰی ۳۹۲ بحوالہ طبرانی وابن جریر عن عبدالرحمٰن بن سہیل بن حنیف﴾

۶۔رسول ﷺ کا اپنے صحابۂ کرام کی ایک جماعت پر گزر ہوا جن میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بھی تھے، یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف تھے تو آپ کو دیکھ کر خاموشی اختیار کی۔فرمایا: تم کیا کہہ رہے تھے حضرت سلمان فرماتے ہیں: " قلنا نذکر الله الله "ہم کی عرض کی کہ آقا ہم اللہ اللہ کا ورد کررہے تھے فرمایا:" انی رأیت الرحمة تنزل علیکم فا حببت ان اشارککم فیھا یعنی میں تم پر رحمت الٰہی کو اترتا دیکھ کر چاہا کہ میں بھی اس میں تمہارے ساتھ شریک ہو جاؤں۔اس کے بعد فرمایا: الحمد لله الذی جعل فی امّتی من امرت ان اصبر نفسی معھم.

ملاحظہ ہو ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۳۹۲ بحوالہ کتاب الزھد للامام احمد بن ثابت رضی اللہ عنہما﴾

۷۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول ﷺ نے فرمایا: " لان اجلس مع قوم یذکرون الله بعد صلاة الصبح الی ان تطلع الشمس احب الی مما طلعت علیه الشمس ولان اجلس مع قوم یذکرون الله بعد العصر الیٰ ان تغیب الشمس احب الیٰ من الدنیا وما فیھا یعنی میں نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک اور نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک ذکر الٰہی کرنے والوں کے ساتھ بیٹھوں تو یہ مجھے دنیا و مافیھا سے زیادہ عزیز ہے۔

ملاحظہ ہو۔﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۳۹۲ بحوالہ ابن ابی الدنیا۔بیہقی۔اصبہانی﴾

۸۔ نبی کریم ﷺ کا دو محافل سے گزر ہوا جن میں سے ایک کے شرکاء اللہ کا ذکر کر کے اظہار وارفتگی کر رہے تھے اور دوسرے دینی مسائل کی تعلیم میں مصروف تھے تو آپ نے فرمایا:" کلا المجلسین خیر واحد ھما افضل من الآخر" دو محفلیں خوب ہیں مگر علم والی محفل، ذکر والی محفل سے افضل ہے۔

ملاحظہ ہو۔﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۳۹۰ بحوالہ بقی بن مخلد عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما﴾

۹۔حضرت ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی اہم بات نہ بتاؤں جس سے تمہیں دنیا و آخرت کی بہتری ملے؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں؟ فرمایا:"علیک بمجالس الذ

اذاخلوت فحرک لسانک بذکر اللہ“ ذکر میں پابندی سے شرکت کیا کرواور تنہائی میں بھی اپنی زبان کوذکراللہ میں مصروف رکھو۔

ملاحظہ ہو۔﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۳۹۰ بحوالہ الترغیب للاصبہانی ﴾

۱۰۔حضرت سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول ﷺ نے فرمایا” جاء نی جبریل فقال مر اصحابک یرفعوا اصواتھم با لتکبیر“جبریل علیہ السلام نے مجھے آکر کہا کہ آپ اپنے صحابہ کوحکم دیں کہ وہ بلندآواز سے اللہ اکبر پکاریں۔

ملاحظہ ہو۔﴿الحاوی للفتاوٰی ج اص۳۹۲،۳۹۳ بحوالہ احمد،ابوداؤد،ترمذی وصححہ،نسائی وابن ماجہ﴾

۱۱۔صحابی کریم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے ارشادفرمایا:” اذ مررتم بریاض الجنة فا ر تعوا قالو ا وما ریاض الجنة قال حلق الذکر“یعنی جب جنتی باغیچوں سے تمہارا گزرنا ہوتوان میں سے کچھ نہ کچھ چر، چگ لیا کرو۔صحابۂ کرام نے عرض کی:جنتی باغیچوں سے کیا مرآد ہے؟فرمایا:حلقہائے ذکرالٰہی (ذکرالٰہی کی محفلیں)

ملاحظہ ہو۔﴿ مشکوٰۃ ۱۹۸ بحوالہ ترمذی نیز الحاوی للفتاوٰی ج اص ۳۹۰ بحوالہ بیہقی رضی اللہ عنہ﴾

۱۲۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ہمارے ہاں تشریف فرما ہوکرارشادفرمایا:—— ” یا یھا النا س ان للہ سرایا من الملئکة تحل و تقف علیٰ مجالس الذکر فی الارض فا ر تعوا فی ریاض الجنة“گو! اللہ کے فرشتوں کی کچھ جماعتیں ہیں جوزمین پر ہونے والی مجالس ذکر پرآرکتی اوران میں بیٹھ جاتی ہیں توتم جنتی باغوں میں کچھ نہ کچھ کھالیا کرو۔حاضرین نے عرض کی:” و این ریاض الجنة؟ “ جنتی باغیچے کہاں پرواقع ہیں؟فرمایا:” مجالس الذکر“میری مرادذکرکی محفلیں ہیں۔”فا غدوا وروحو ا فی ذکر الله “لہٰذااپنی صبح اورشام اللہ کے ذکرمیں کرو۔

ملاحظہ ہو۔﴿الحاوی للفتاوٰی ج اص ۳۸۹ بحوالہ البزاروالحاکم فی المستدرک وصححہ﴾

۱۳۔آپ ﷺ نے فرمایا:” من قدر لم یذکر اللہ فیہ کانت علیہ من اللہ ترۃ“یعنی جوکسی مجلس میں بیٹھ کرذکر الٰہی بجانہ لائے تواس کی یہ کوتاہی اس کے لئے اللہ کے ہاں حسرت ہوگی۔

ملاحظہ ہو۔﴿مشکوٰۃ ۱۹۸ بحوالہ ابوداؤدعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ﴾

۱۴۔فرمایا:” ما من قوم یقومون من مجلس لا یذکرون الله ا قامو ا عن مثل جیفة حمار و کان علیھم حسرة“یعنی جس مجلس میں لوگ اللہ کا ذکرنہ کریں وہ ایسے ہے جیسے وہاں مراہواگدھا بدبو پھیلا رہا ہواور یہ ان کے لئے باعث حسرت ہوگا۔

﴿مشکوٰۃ ۱۹۸ بحوالہ مسنداحمدوابوداؤدعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ﴾

۱۵۔نیز ارشاد ہے:" ما جلس قوم مجلساًلم یذکرو ا فیه و لم یصلو ا علیٰ نبیهم الا کان علیهم ترة فان شاء غفر لهم"یعنی لوگ جس مجلس میں اللہ کا ذکر کریں اور نہ اپنے نبی پر درود بھیجیں (ﷺ) تو وہ ان کے لئے باعث افسوس ہوگی (کہ کاش یہ کوتاہی نہ کرتے) اللہ اگر چاہے انہیں اس پر عذاب دے اور چاہے تو انہیں معاف فرمائے (یعنی محفل میں ترک ذکر اور ترک درود بلفظ دیگر محفل کو ذکر و درود سے خالی رکھنا ایسا جرم ہے کہ کوتاہی برتنے والوں کو اس پر عذاب بھی ہوسکتا ہے۔والعیاذ باللہ)

مساجد میں مجالس ذکر کا ثبوت

۱۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: " ومن اظلم ممن مساجد الله ان یذکر فیها اسمه و سعیٰ فی خرابها"،یعنی اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے ذکر سے منع کرے اور مساجد کے اجاڑنے میں کوشاں ہو۔ ملاحظہ ہو ﴿پ ۱ البقرۃ آیت ۱۱۴﴾

۲۔فی بیوت اذن الله ان ترفع و یذکر فیها اسمه یسبح له فیها با لغدو و الآصال رجال لا تلهیهم تجارة و لا بیع عن ذکر الله و اقام الصلاۃو ایتاء الز کوٰۃ الآیۃیعنی اللہ کا حکم یہ ہے کہ مسجدیں تعمیر کی جائیں اور ان میں اس کا ذکر کیا جائے۔کچھ نیک بندے ایسے ہیں جو مساجد میں صبح و شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر،اقامت الصلاۃ اور ادائے زکوٰۃ سے غافل نہیں کرسکتی۔

ملاحظہ ہو۔﴿پ ۱۸ سورۃ النور آیت ۳۷،۳۶﴾

۳۔حدیث شریف میں ہے۔" خرج معاویةعلیٰ حلقة فی المسجد فقال ما اجلسکم قالو ا جلسنا نذکر الله تعالیٰ الخ"،یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے وہاں لوگوں کا ایک حلقہ دیکھ کر ان سے فرمایا تم نے یہ مجلس کس لئے منعقد کی؟ انہوں نے کہا ذکر الٰہی کے لئے۔فرمایا کیا تم اس پر حلف دے سکتے ہو؟ کہنے لگے ہم اس پر حلف دیتے ہیں فرمایا میں تم سے اس لئے حلف نہیں لے رہا کہ تمہاری سچائی میں مجھے کچھ شک ہے بلکہ میں تمہیں رسول ﷺ کے حوالہ سے ایک بات بتانا چاہتا ہوں اور یہ بھی تمہیں معلوم ہے کہ بیان روایت میں، میں کس قدر محتاط ہوں (یعنی وہی کہتا

ہوں جو مجھے سو فیصد حفظ ہوتی ہے) رسول ﷺ ایک بار اپنے صحابۂ کرام کے حلقہ میں تشریف لائے تھے تو آپ نے ان سے اسی طرز پر کلام کر کے ان سے فرمایا تھا" اتانی جبریل فا خبرنی ا ن الله یباهی بکم الملئکة"،یعنی جبریل علیہ السلام نے میرے پاس آکر مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اس مجلس کے حوالہ سے اپنے ملٰئکہ کے سامنے تم پر مباہات

(اظہار فخر) فرمارہا ہے (ملخصاً)

﴿مشکوٰۃ ۱۹۸ بحوالہ صحیح مسلم عن ابی سعید الخذری رضی اللہ عنہ﴾

۴۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رب تعالیٰ روز قیامت فرمائے گا اہل محشر جان لیں گے کہ اہل کرم کا کیا مقصد ہے؟ عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ آپ فرمائیں " اهل کرم" سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: " مجالس الذکر فی المسجد یعنی مساجد میں مجالس ذکر (منعقد کرنے والے)

﴿الحاوی للفتاوٰی ج ا ص ۳۹۱ بحوالہ بیہقی عن ابی سعید الخذری رضی اللہ عنہ﴾

۵۔ ابن الادرع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک رات نبی کریم ﷺ کی معیت میں تھا " فمر برجل فی المسجد یرفع صوتہ تو" آپ ایک شخص سے گزرے جو مسجد میں بلند آواز سے ذکر کررہا تھا۔ میں نے عرض کی حضور! لگتا ہے کہ یہ شخص ریاکاری سے کام لے رہا ہے۔ فرمایا " لا ولکنہ اواہ "نہیں ریاکاری نہیں خشوع سے بہت آہ زاری کرنے والا ہے۔

﴿الحاوی للفتاوٰی ج ا ص ۳۹۱ بحوالہ بیہقی عن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ﴾

۶۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ذوالبجادین کو اوّاہ (خشوع سے بہت آہ زاری کرنے والا) کا لقب دیا تھا" وذلک انہ کان یذکر اللہ " وجہ یہ تھی کہ وہ (کثرت سے) ذکر الٰہی کرتا تھا۔

﴿الحاوی للفتاوٰی ج ا ص ۳۹۱ بحوالہ بیہقی﴾

۷۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک شخص بآواز بلند ذکر الٰہی کررہا تھا اس پر ایک اور شخص نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کیا ہی بہتر ہوتا کہ اپنی آواز کو دھیمی کرتا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " دعه فانه اوّاه" اسے اس کے حال پر چھوڑ دیجیے کیوں کہ یہ بہت خشوع والا ہے۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ا ص ۳۹۱ بحوالہ بیہقی﴾

۸۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:"ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبة کان علیٰ عهد النبی ﷺ قال ابن عباس کنت اعلم اذا انصرفوا بذلک اذا سمعته۔" فرض نماز سے فراغت کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں تھا۔ مجھے اس طرح سے پتہ چلتا تھا کے صحابۂ کرام کی ذکر کی آواز نماز سے فراغت کے بعد مجھے پہنچتی تھی تو میں اسے سنتا تھا۔

﴿الحاوی للفتاوٰی ج ا ص ۳۹۲ بحوالہ صحیح بخاری و صحیح مسلم﴾

۹۔عبید بن عمیر سے دوایت ہے:" کان عمر یکبر فی قبته فیکبراهل المسجدفیکبر اهل السوق حتی ترتج منـی تکبیـراً یعنی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے خیمہ میں تکبیر کہتے پھر مسجد کے حاضرین مسجد میں تکبیر کہتے پھر بازار میں موجود لوگ تکبیر کہتے اور آواز اس قدر بلند ہو جاتی کہ پورا منیٰ تکبیر سے گونج اٹھتا۔

ملاحظہ ہو۔﴿الحاوی للفتاوٰی ج ا ص ۳۹۳ بحوالہ کتاب العیدین للمروزی﴾

جواب دوم ﴿روایت کا مضمون متعارض ہے﴾

گکھڑوی کے طور پر روایت ہذا کا بنیادی اور مرکزی نقطہ ہیئت کذائیہ کو بدعت سئیہ بتانا ہے اس حوالہ سے انہوں نے بھی پورا زور اسی پر صرف کیا ہے جب کہ اسی میں ہیئت کذائیہ کے جواز کا ذکر بھی ہے پس ان میں سے کسی ایک کا درست ہونا دوسرے کے غلط ہونے کو اور کسی ایک کا غلط ہونا دوسرے کے صحیح ہونے کو مستلزم ہے۔یعنی اگر ھییت کذائیہ کا بدعت ہونا صحیح ہے جیسا کہ گکھڑوی کا مئوقف ہے تو اس کا وہ حصہ جس میں اس کے جواز کا ذکر ہے، بھی غلط ہوا اس حوالہ سے روایت ہی غلط قرار پائی۔اور اگر وہ حصہ صحیح ہے تو گکھڑوی نظریہ کا باطل ہونا واضح ہوا اور صحیح بھی یہی ہے۔چنانچہ اس روایت کے مرکزی راوی تابعی عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کا آغاز روایت میں بیان ہے کہ : " کنـا نـجلـس علـى باب عبد الله بن مسعود قبـل صـلاة الـغـداة فـا ذا خـرج مشـيـنـا معه الى المسجد فجاء نا ابو موسى الاشعرى فقال اخرج اليكم ابـو عبـدالـرحـمـن بعد ؟ قلنا لا، مجلس معنا حتى خرج فلما خرج قمنا اليه جميعاً یعنی ہم لوگ نماز فجر کا وقت ہونے سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے در دولت پر ان کے انتظار میں جمع ہو کر بیٹھ جاتے۔جب آپ باہر تشریف لاتے تو ہم نماز کے لئے آپ کی معیت میں مسجد کو جاتے تھے۔ایک بار وہاں پر حضرت ابو موسیٰ اشعری تشریف لائے انہوں نے ہم سے حضرت ابن مسعود کے متعلق دریافت کیا کہ آپ میرے یہاں سے اٹھ جانے کے بعد تشریف لائے تھے؟ ہم نے عرض کی نہیں! تو آپ بھی ہمارے ساتھ انتظار کرنے بیٹھ گئے یہاں تک کہ آپ تشریف لے آئے اور آپ کی تشریف آوری پر ہم سب نے کھڑے ہو کر آپ کا استقبال کیا: ملاحظہ ہو۔﴿سنن دارمی ج ا ص ۷۹﴾

اقول

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عمرو بن سلمہ وغیرہ تابعین کرام کے روایت میں مذکور اس عمل کی ھییت کذائیہ گکھڑوی اصول کے مطابق ثابت نہیں۔یعنی نماز کے لئے جانے کا حکم اور اس پر عمل کا پسندیدہ ہونا تو شریعت مطہرہ سے ثابت ہے مگر نماز سے قبل کسی کے دوازہ پر جمع ہونا پھر جب وہ آئے تو اس کے ساتھ گروپ کی شکل میں نماز کو جانے کی

اجتماعی صورت کی کوئی نظیر رسول اللہ ﷺ سے گکھڑوی کے طور پر ثابت نہیں پس موصوف کے مئوقف کے مطابق ان کا یہ عمل بدعت سئیہ ہوا بلکہ متعدد بدعات کا مجموعہ ہوا اور ''کــــا مــجــلــک(ماضی استمراری) کے صیغہ سے ظاہر ہے کہ وہ حضرات اس کا التزام کرتے تھے۔ با الفاظ دیگر انہوں نے اس کی روٹین (عادت) بنائی ہوئی تھی۔ پس ان کا (۱) روزآنا (۲) نماز فجر سے قبل (۳) ایک مخصوص جگہ پر (۴) مخصوص شخص (۵) کے انتظار میں (۶) جمع ہونا (۷) اجتماعی شکل میں (۸) کھڑے ہوکر استقبال کرنا (۹) پھر اجتماعی شکل میں مسجد کو جانا اور (۱۰) اس کو معمول اور روٹین بنا لینا وغیرہ، سب گکھڑوی کے حسب نظریہ وہی بدعات ہیں جس کے رد کے لئے وہ اس روایت کو بطور دلیل لائے ہیں۔ پھر مزے کی بات یہ بھی ہے کہ اس روایت میں نماز کے انتظار میں بیٹھنے کو بھی بدعت کہا گیا ہے جیسا کہ اس کے الفاظ '' **ینتظرون الصلوٰۃ**'' سے بھی ظاہر ہے جس کی بحث ابھی کچھ پہلے گزری ہے پھر اسی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اجتماعی انتظار کو جائز بھی کہا گیا ہے نیز گکھڑوی تو رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کے لئے بھی قیام کو بدعت اور ممنوع قرار دے چکے ہیں ملاحظہ ہو ان کی کتاب۔

جب کہ روایت کے اسی حصہ میں غلام رسول حضرت ابن مسعود کے لئے بھی اس کو گوارا کیا گیا ہے شاید ''ضرورت ایجاد کی ماں ہے'' بہرحال گکھڑوی کے طور پر روایت ھٰذا کے ایک حصہ نے اس کے دوسرے حصہ دے متعارض ہوکر اسے بالکلیہ ساقط بنادیا ہے وھوالمقصود۔ مزید پڑھئے ایک اور جواب

جواب سوم ﴿رکاکت و بے ربطی عبارت﴾

روایت ہذا میں مذکور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب بنیادی الفاظ میں رکاکت اور بے ربطی پائی جاتی ہے جو آپ سے متصور نہیں ہوسکتی۔ یہ بھی اس کے مخدوش ہونے کا واضح قرینہ ہے۔ اور پر لطف یہ کہ گکھڑوی بھی اسے صاف نہیں کر سکے چناں چہ اس کے لفظ ہیں:۔ (حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تکبیر وتہلیل اور تسبیح کرنے والے ان لوگوں سے فرمایا)

'' **فعدوا سیئاتکم فانا ضامن ان لا یضیع من حسناتکم شئی و یحکم یا امۃ محمد ما ھلکتک** گکھڑوی نے ان کا اردو ترجمہ یوں کیا ہے: ''تم ان کنکریوں پر اپنے گناہ شمار کرو میں اس کا ضامن ہوں کہ تمہاری نیکیوں میں سے کچھ ضائع نہ ہوگا تعجب ہے تم پر اے امت محمد ﷺ، کیا ہی جلدی تم ہلاکت میں پڑ گئے ہو'' ﴿راہ سنّت ص ۱۲۳﴾

اقول

کلام منسوب کی سخافت ورکاکت نیز بے ربطی واضح ہے ورنہ اس کا کیا مطلب ہے کہ تم گناہ شمار کرو میں تمہار نیکیوں

کے ضائع نہ ہونے کی ضمانت دیتا ہوں نیز سبحٰن اللہ، الحمد للہ اور لا الٰہ الا اللہ کی خوشخبری سنانے کے بجائے ہلاکت کی وعید سنانا اس کے مزید سخیف و رکیک اور بے معنیٰ ہونے کی غمازی کرتا ہے نیز گکھڑوی کا عُدُّوْ اصیغۂ امر بمعنیٰ ''شمار کرو'' کو ''شمار کیا کرو'' کے معنیٰ میں لینا اس کی سخافت و رکاکت میں مزید اضافہ کر رہا ہے کہ اوّلاً امر کو استمراری معنیٰ کا جامہ پہنایا گیا ہے جو قطعی طور پر غلط ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: '' ومن جاء بالسیئة فلا یجزیٰ الا مثلھا'' ماربک بظلام للعبید بجب کہ محض ھیئت کذائیہ کے حوالہ سے گناہ کا حکم لگانے کی بات محض بلا دلیل دعویٰ ہی نہیں خلاف دلائل وحقائق بھی ہے جیسا کہ گزشتہ سطور میں مبرہن ہو چکا ہے۔ پڑھیئے ایک اور جواب۔

جواب چھارم ﴿حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کے برخلاف ثابت ہے﴾

اس روایت کے غلط اور غیر صحیح ہونے کی ایک ٹھوس دلیل یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دلائل صحیحہ قویہ سے اس کے مندرجات خصوصاً ھیئت کذائیہ کے خلاف گکھڑوی واویلا کے صریحاً برخلاف ثابت ہے۔

تسبیح و تحمید اور تھلیل و تکبیر کی فضیلت کی خصوصی روایت

تسبیح و تحمید اور تکبیر و تہلیل کی فضیلت کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خصوصی روایت ثابت ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج حضرت ابراہیم علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے فرمایا پیارے! آپ میری طرف سے اپنی امت کو سلام کہیے گا اور انہیں میرا یہ پیغام دیجیے گا: '' ان الجنة طیبة التربة عذبة الماء و انھا قیعان وان غراسھا سبحٰن اللہ و الحمد للہ و لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر'' یعنی جنت کی زمین انتہائی پاکیزہ اور خوشگوار اور اس کا پانی بہت شیریں ہے نیز یہ کہ اس کے ایریا میں جگہ کی کافی گنجائش ہے جس کی شجرکاری یہ کلمات ہیں: سبحٰن اللہ و الحمد للہ و لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر (یعنی مسلمان کے لئے ان کلمات کا ورد حصول جنت کا باعث ہے) ملاحظہ ہو۔ ﴿مشکوٰۃ المصابیح ص۲۰۲ بحوالہ ترمذی﴾

پس قطعاً یہ باور نہیں کیا جا سکتا جو چیز انہیں حضرت خلیل علیہ السلام کی جانب سے بارگاہ مصطفوی ﷺ سے امت کے لئے بطور تحفہ ملی ہو انہوں نے اسے عام کرنے کے بجائے اس سے منع کرنے کی ٹھان لی ہو جب کہ روایت میں اس کے مضمون عمل کی نوعیت کی تقیید و تخصیص اور پابندی بھی نہیں ہے بلکہ وہ عام اور مطلق ہے نیز یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ عموم و اطلاق نصوص سے استدلال کے جواز کے قائل و فاعل تھے نیز ھیئت کذائیہ کو ناجائز سمجھنا بھی آپ سے ثابت نہیں بلکہ اس کے برخلاف اس کے جواز و استحباب کا قائل و فاعل ہونا بھی ثابت ہے۔

عموم و اطلاق نصوص سے استدلالِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ

چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے بعض شرعی حدود کو پامال کرنے والی عورتوں کوملعون قرار دیا اور فرمایا: " مالی لا العن من لعن النبیّ ﷺ و هو فی کتاب اللہ یعنی میں ایسیوں پر کیوں نہ لعنت کروں جن پر نبی کریم ﷺ سے لعنت فرمائی اور یہ بات ہے بھی قرآن مجید میں ۔ایک خاتون نے عرض کی حضور! میں نے پورے قرآن کا مطالعہ کیا ہے میرے سامنے تو ایسی کوئی آیت نہیں آئی (تو آپ نے اس کی وضاحت فرمائیں) فرمایا: " والله لئن قرأتيه لـ وجدتيه ما اٰتاكم الرسول فخذوه و ما نهاكم عنه فانتهو یعنی قسم بخدا اگر تم قرآن کو غور سے پڑھو تو تمہیں یہ بات اس میں ضرور مل جائے گی اور آپ نے اس کے لئے آیت کریمہ ما اٰتاكم الرسول فخذوه و ما نهاكم عنه فانتهو کو دلیل کے طور پر پیش فرمایا (کہ رسول اللہ ﷺ جو تمہیں دیں اسے لےلو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو) (ملخصاً)

ملاحظہ ہو۔ ﴿صحیح بخاری ج۲ ص۸۷۸،۸۷۹،۸۸۰ طبع کراچی﴾

اقول

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ان عورتوں کو تجاوزات سے منع فرمایا اور خلاف ورزی کرنے والیوں پر لعنت فرمائی جو " وما نهاكم فا نتهوا" کے آتا ہے بناء بریں کہا جا سکتا ہے کہ یہ بات خود کتاب اللہ میں موجود ہے جو اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ قرآن سنّت کے عام و مطلق نصوص کے جملہ افراد ان کے احکام کا محل سمجھتے تھے پس جب تسبیح و تحمید اور تکبیر و تہلیل کی عام و مطلق نص ثابت اور خود انہی سے بھی مروی ہے تو حسبِ حکم عام و مطلق ، روایت میں مذکور محفل ذکر بھی اس کا فرد ہو کر جائز و مستحب تھی جس سے محض ہیئت کذائیہ کے باعث ذکر الٰہی سے منع کرنا ان سے متصور نہیں ہو سکتا ورنہ لازم آئے گا کہ آپ عموم و اطلاق نصوص سے استدلال کے عدم جواز کے قائل تھے جو قطعاً خلاف واقع ہے جب کہ ھیئت کذائیہ کے جواز کا قائل ہونا بھی آپ سے صریحاً ثابت ہے۔

ثبوت جواز هیئت كذائیه و تعیین کیفیت
از حضرت ابن مسعود رضی الله عنه

چنانچہ صحیح حدیث میں ہے ابووائل فرماتے ہیں:" كان عبدالله يذكر الناس فی كل خميس یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمانے کے لئے جمعرات مقرر فرمائی ۔ بالفاظ دیگر آپ جمعرات کی پابندی اور تخصیص کے ساتھ ہفتہ وار اجتماع اور محفل منعقد فرماتے تھے حالانکہ اس دن کی پابندی علیحدہ کسی نص شرعی سے

ثابت نہیں ہے اور اس سے ان کا مقصود محض بغرض سہولت نیک عمل کے سرانجام دینے کے لئے وقت کی تعیین جو بعینہ ہمارا مئوقف ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر یہ عنوان قائم فرمایا ہے: " باب من جعل لا ھل العلم ایّا ماً" یعنی علم اور دینی مسائل سیکھنے والوں کے لئے اوقات کی تعیین کا بیان۔ جس سے ہمارے مئوقف کو مزید چار چاند لگ جاتے ہیں (و الحمد اللہ علیٰ ذلک)

مکمل حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو۔ ﴿صحیح بخاری ج ا ص ١٦ کتاب العلم طبع کراچی﴾

علاوہ ازیں مقبول و معتبر فی الباب روایت میں ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر درود شریف انتہائی خوبصورت انداز میں بھیجا کرو کیوں کہ وہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے (مطلب یہ کہ خوش کن انداز ہو تا کہ آپ ﷺ خوش ہوں) لوگوں نے کہا پھر آپ ہی ہمیں اس کا طریقہ تعلیم فرمائیں۔ فرمایا یوں کہو: " اللھم ا جعل صلوتک و رحمتک وبر کاتک علی سید المر سلین و اما م المتقین و خاتم النبیین محمد عبدک ورسولک امام الخیر و قائد الخیر ورسول الرحمۃ اللھم ابعثہ مقام محمودا یغبط بہ الاو لون الاخرون" یعنی اے اللہ اپنا درود، اپنی خاص رحمت اور اپنی برکتیں نازل فرما اپنے بندۂ خاص اپنی پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر جو تمام رسولوں سے بڑی شان والے، جملہ اہل تقوی کے پیشوا، سب سے آخری نبی، نیکی کے امام اور رہبر اور سراپا رحمت ہیں اے اللہ روز قیامت آپ کو مقام محمود پر فائز فرما جس پر تمام اولین وآخرین رشک کریں۔

ملاحظہ ہو۔ ﴿سنن ابن ماجہ ص ٦٥ طبع قدیمی کتب خانہ﴾

جب کہ بہ ہیئت کذائیہ اور اس شکل کے ساتھ اور ان لفظوں سے رسول اللہ ﷺ سے درود صریحاً ثابت نہیں اس سے بھی واضح ہو گیا کہ حضرت ابن مسعود نصوص شرعیہ کے عموم واطلاق کے بعد کسی بھی امر کی ھیئت کذائیہ کے جواز کے قائل تھے۔ با لفاظ دیگر انہوں نے اس کی بنیاد ان آیات واحادیث پر رکھی جن میں الفاظ کی پابندی کے بغیر ہر صیغے سے درود پڑھنے کا جواز نکلتا ہے نیز جن میں آپ ﷺ کی خوشنودی کے حاصل کرنے کا مطلوب ہونا مذکور ہے جب کہ آپ کو راضی کرنا خدا کو راضی کرنا ہے۔ (فا تضح ما قلناہ و الحمد للہ تعالیٰ علیٰ ذٰ الک)

جواب پنجم ﴿روایت خود گکھڑوی نظریات کے بھی خلاف ہے﴾

روایت ھٰذا کئی وجوہ سے خود گکھڑوی کے بھی خلاف ہے بناء بریں وہ اسے اپنے او پر حجت نہیں مانتے تو ہم پر وہ اسے حجت بنا کر کیوں کر پیش کر سکتے ہیں۔ بعض وجوہ یہ ہیں۔ (ا) محدث دارمی اسے " باب فی کراھیۃ اخذ الرأی" کے زیر عنوان لائے ہیں جس سے وہ اپنے اس دعوٰی کو ثابت کرنا اور یہ بتانا چاہتے ہیں کی دینی امور میں رائے سے کام لینا شرعاً نا

پسندیدہ امر ہے اور اہل رائے مخالف شرع ہیں تو چاہئے کہ گکھڑوی اس کو درست تسلیم کرتے ہوئے ان تمام اسلاف کو خصوصاً احناف کو جو غیر منصوصہ میں اجتہاد ورائے سے کام لے کر ان کا حل بتانا جائز ہی نہیں سمجھتے ہیں اس پر عامل بھی ہیں انہیں بھی مخالفین شرع قرار سے کر اصول فقہ کے باب القیاس کو بھی قرآن وسنّت کی نفی ٹھہرائیں بلکہ اپنی کتاب ''مقام ابی حنیفہ'' کے اس حصہ کو بھی اس مد میں رکھیں جس میں انہوں نے بڑی شد ومد کے ساتھ رائے سے کام لینے کو قرآن وسنت کا حصہ قرآر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ﴿ ص ۱۵۸، ۱۹۸، ۱۴۰۵ھ طبع گوجرانوالہ ﴾

خلاصہ یہ ہے کہ دارمی صاحب کے طور پر یہ روایت خود گکھڑوی کے خلاف ہے پس اگر ''مقام ابی حنیفہ'' میں ان کا وہ بیان درست ہے تو پیش نظر روایت سے ان کا استدلال باطل ٹھہرا اور اگر ان کا یہ استدلال درست ہے تو ان کی کتاب مذکور حدیث سے متصادم ہو کر باطل ٹھہری۔ بالفاظ دیگر ''مقام ابی حنیفہ'' اور ''راہ سنت'' دونوں میں سے کسی ایک کو صحیح مان لینے سے دوسری کا قصہ ضرور تمام ہوتا اور گکھڑوی کا فیصلہ ہوتا ہے جب کہ یہ ہم پر قطعی حجت نہیں کہ ہمارے نزدیک نہایت ٹھوس دلائل کی روشنی میں یہ روایت ہی باطل ہے علاوہ ازیں دارمی موصوف کے دعویٰ اور دلیل میں بھی تصادم ہے کیوں کہ عنوان باب میں انہوں نے اخذ الرأی کو مطلقاً ناجائز کہا جب کہ دلیل میں رائے کے حجت ہونے کو نقل کیا ہے چنانچہ اس روایت میں ہے کہ حضرت موسٰی اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: '' **ما قلت لهم شيئاً انتظار رأيک او انتظار امرک** یعنی میں نے آپ کی رائے یا حکم کے انتظار میں ان سے کچھ نہیں کہا۔

﴿ سنن دارمی ج ۱ ص ۷۹ ﴾

اور مسلمہ اصول ہے کہ **اذا تعارضا تساقطا** اں گکھڑوی پر ضرور حجت ہے انہوں نے اس کا رد نہ کر کے اسے باقی رکھا اور گویا دارمی کے اس دعوٰی کے درست مانا ہے۔

(۲،۳) اوائل راہ سنت میں گکھڑوی نے کتاب ھٰذا کے لئے مجوزہ اصول اور سنّت و بدعت کا معیار بیان کرتے ہوئےکس امر پر سب سے زیادہ زور دیا ہے وہ یہ ہے کہ سنّت وہ ہے جو خیر القرون (صحابہ، تابعین واتباع) میں ہو اور بدعت وہ ہے جو ان سے ثابت نہ ہو جب کہ ان کا وہ کلیہ یہاں ٹوٹ چکا ہے کیوں کہ اس روایت کے مطابق جلیل القدر صحابی حضرت ابو موسٰی اشعری رضی اللہ عنہ نے ذاکرین اس جماعت کے اس عمل کے متعلق فرمایا تھا'' **انی رأيت في المسجد انفاً امراً انكرته ولم ار و الحمد لله الا خيراً**'' نے ابھی مسجد میں ایک کام دیکھا ہے جو ہے تو نیا مگر الحمدللہ میری رائے میں بہت ہی اچھا ہے (دارمی ج ۱ ص ۷۹) نیز معجم کبیر طبرانی میں یوں ہے ''**وانه لخير**'' (ج ۹ ص ۱۲۷، ۸۶۳۶) جب کہ حضرت ابن مسعود نے اسے گکھڑوی کے حسب تصریح بدعت اور ضلالت بتایا جس سے ان دو حضرات

میں سے کسی ایک کا غلط ہونا لازم آتا ہے۔ علاوہ ازیں مسجد میں جمع ہو کر ذکر کرنے والے وہ سب لوگ کم از کم تابعین ضرور تھے جب پر گکھڑوی کے لفظوں میں حضرت ابن مسعود نے یہ حکم لگایا: ''تم ان کنکریوں پر اپنے گناہ شمار کیا کرو (الیٰ) تعجب ہے تم پر اے امت محمد ﷺ، کیا ہی جلدی تم ہلاکت میں پڑ گئے ہو۔ ابھی تک حضرات صحابہ کرام تم میں بکثرت موجود ہیں اور ابھی تک جناب رسول اللہ ﷺ کے کپڑے پرانے نہیں ہوئے اور ابھی آپ کے برتن نہیں ٹوٹے (آگے فرمایا) اندریں حالت تم بدعت اور گمراہی کا دروازہ کھولتے ہو'' (راہ سنّت ص ۱۲۳) پھر گکھڑوی نے اس روایت کے متعلق یوں اظہار خیال کیا ہے ''قلت بسند صحیح''یعنی میں (گکھڑوی) کہتا ہوں کہ اس کی سند صحیح ہے (راہ سنّت ص ۱۲۳) پس اگر یہ واقعی صحیح ہے تو ان کا خیر القرون والا کلیہ واقعۃً غلط ہے اور اگر وہ کلیہ صحیح ہے تو ان کی پیش کردہ روایت غلط قرار پائی۔ وھو المقصود

جواب ششم (معمولات گکھڑویہ اس کی زد میں)

اس سب سے قطع نظر اس کی زد میں پہلے نمبر پر خود گکھڑوی اور ان کی جماعت آ رہی ہے کیوں کہ ان کے ہاں بیشمار معمولات ایسے ہیں کو ان کے مقرر کردہ معیار کے مطابق بدعت سیّئہ قرار پائے ہیں مثلاً دین کے نام پر بنائے گئے ان کے مدارس اور ان کا مروّجہ نصاب و نظام تعلیم کہ نفس تعلیم و تعلّم کا حکم تو قرآن و سنّت میں وارد ہے مگر اس کے لئے اوقات و کیفیات کی تعیین جو وہ کر رہے ہیں بہ ہیئت کذائیہ قرآن و حدیث سے قطعاً ثابت نہیں۔ اس سب کی مع مزید تفصیل حدیث خیر القرون کی ابحاث میں گزر چکی ہے۔ علاوہ ازیں خانقاہی نظام بھی مذہب دیوبند کا حصہ ہے جس میں یہ سب امور پائے جاتے ہیں اور ان کی جماعت کے مجوّزہ پیر لوگوں کو قائل کر کے اپنا ہم عقیدہ بنانے کے لئے وہی سب کر رہے ہیں کس کی تردید کے لئے گکھڑوی نے بڑے طمطراق سے یہ روایت پیش کی ہے۔ وہی حلقے، وہی شمارے، وہی ہدایات، وہی مقررہ تعداد میں وظیفے، چلے اور مل کر ذکر وغیرھا۔ خلاصہ یہ کہ اگر گکھڑوی کا پیش نظر بیان درست ہے تو قطعی طور پر اس کی زد میں آ کر وہ خود ہی بدعتی ہیں کیوں کہ اس روایت کے حوالہ سے انہوں نے بدعتیوں اور گمراہوں کی نشانیاں تجویز کی ہیں وہ ایک ایک کر کے سب ان میں اور ان کی جماعت میں بطریق اتم موجود ہیں۔ سچ ہے

ع میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

جہالت یا تلبیس

دلائل و حقائق کی رو سے گکھڑوی کی پیش کردہ یہ روایت از حد غلط ہے پھر بھی گکھڑوی نے اس کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھ دیا ہے ''قلت بسند صحیح یعنی میں (گکھڑوی) کہتا ہوں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (راہ سنّت ۱۲۳) پس

اگرانہیں اس کی عدم صحت کا علم نہ تھا تو اس پر حکم صحت لگانا ان کی جہالت ہوا اور اگرانہیں اس کا علم تھا اس کے باوجود انہوں نے اسے صحیح قرار دیا تو یہ ان کی شدید تلبیس ہوئی۔

هیرا پهیری

گکھڑوی نے تلخیص کا تأثر دے کر روایت ھٰذا مکمل پیش نہیں کی جس سے ان کا اصل مقصد روایت کے ان اجزاء کو لوگوں سے چھپانا ہے جو ان کے نظریات سے جوڑ نہیں کھاتے تھے جیسے ''کنا نجلس علیٰ باب عبداللہ بن مسعود الخ''، وغیرھا جن کی تفصیل گزشتہ سطور میں گزر چکی ہے جسے ان کی ہیرا پھیری نہ کہا جائے تو یہ کیا کہا جائے؟

جواب هفتم ﴿سلف نے بھی اس کی تردید وتغلیط کی ہے﴾

مزید جواب یہ ہے کہ روایت ہذا کی تردید کرتے ہوئے علماء سلف بھی اسے غیر صحیح اور کم از کم مؤوّل قرار دے چکے ہیں۔ اس سلسلہ کی علامہ ابن ملقّن اور امام علامہ جلال الملۃ والدین السیوطی رحمہما اللہ تعالیٰ کی عبارات آئندہ سطور میں عنقریب آ رہی ہیں۔ فیلا حظ تیک هناک

حضرت ابن مسعود ضی الله عنه کے منع فرمانے کی وجه

سطور گزشتہ پیش کردہ ہمارے حقائق و دلائل کی رو سے جب یہ متعین ہو گیا ہے کہ یہ قطعاً نہیں ہوسکتا کہ حضرت ابن مسعود نے ان لوگوں کو اس لئے منع فرمایا ہو کہ وہ تسبیح وتحمید اور تکبیر وتہلیل کر رہے تھے کیوں کہ یہ کوئی جرم نہیں بلکہ مطلوب شرع ہے اور خود حضرت ابن مسعود سے مرفوعاً منقول بھی ہے اور نہ ہی یہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے محفل کی ہیئت کذائیہ کی بنیاد پر انہیں اس سے روکا ہو کیوں کہ عام و مطلق حکم شرعی کے بعد کسی مقصد صحیح مثلاً سہولت وغیرہ کے پیش نظر اس کی تعیین وتکییف کے جواز کے آپ قائل تھے اس سب کی باحوالہ تفصیل آ چکی ہے تو لا محالہ منع کی وجہ قطعاً، یقیناً، حتماً و جزماً کوئی شرعی خرابی تھی جو اس وقت محفل میں موجود تھی اگرچہ صراحتاً، نصاً مذکور نہیں جس کا پتہ مکمل روایت کے دیکھنے سے بآسانی چل جاتا اور اس کی اصل وجہ کی نشاندہی ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان لوگوں کی اکثریت بدمذہب تھی اور حالاً یا مالاً خارجی تھے جو مسلمانوں میں تفرقہ کی بنیاد رکھنے کی غرض سے ذکر اذکار کے بہانے اور تسبیح وتہلیل وتکبیر کے حلقوں کے دام تزویر اور حال کے ذریعہ مستقبل میں مختلف گروپوں میں تقسیم کرنا چاہتے تھے کیوں کہ بذات خود اور فی نفسہ حلقات ذکر ممنوع یا مکروہ نہیں بلکہ شرعاً مطلوب ومحمود ہیں جس کی مکمل باحوالہ تفصیل کچھ پہلے گزر چکی ہے جب کہ تفرقہ پیدا کرنے والے حلقات کو رسول اللہ ﷺ نے ناپسند فرمایا۔ چنانچہ پیش کردہ اسی روایت کے لفظ ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: ''رأیت فی المسجد قوما حلقاً جلوساً'' میں نے کچھ لوگوں کی ایک قوم کو مسجد میں مختلف حلقے قائم کئے ہوئے بیٹھے ہوئے دیکھا

ہے۔

نیز فرمایا:"فــی کــل حــلــقة رجــل"حلقہ پر ایک ایک شخص (ایسا) ہے (جو شرکاء کی نقابت کر رہا ہے) کچھ آگے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے: " حتی اتی حــلــقــه مــن تــلــک الحلق فوقف علیھم" آپ چلے یہاں تک ان حلقوں میں سے ایک حلقہ پر آٹھہرے۔ تھوڑا سا آگے ہے کہ حضرت کے ایک سوال کے جواب میں انہوں نے جب یہ کہا "مــا اردنــا الا الــخیــر" ہمارا مقصد نیکی کے سوا کچھ نہیں ہے تو آپ نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا: " وکــم مــن مــریــد لــلــخیرلن یصیبه ان رسول الله ﷺ حدثنا ان قوما یقرئوون القرآن لا یجاوز تراقیھم و الم اللــه مــا ادری لــعل اکثــرھــم مــنــکم کم تولی عنھم" یعنی بہت سے لوگ نیکی کے عنوان سے کام کرتے ہیں مگر وہ اس میں بالکل مخلص نہیں ہوتے بناء بریں اس کا فائدہ حاصل نہیں کر پاتے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا تھا ایک قوم آئی جو قرآن پڑھے گی مگر وہ اس کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں از خود نہیں جانتا البتہ اس ارشاد کی روشنی میں مجھے لگتا ہے کہ ان کی اکثریت تمہیں سے ہوگی۔ یہ کہ کر آپ واپس چلے گئے۔ عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ (جو روایت ہذا کے مرکزی راوی اور تابعی ہیں ۸۵ھ میں وفات پائی) فرماتے ہیں:" رأیــنــا عــامة او لــٰئــک الــحــ یــطــاعــنــونــا یــوم الــنــھروان مع الخوارج" یعنی ہم نے نہروان کی جنگ کے موقع پر خود ۳۸ھ اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ذکر کے حلقے منعقد کرنے والے وہ سب لوگ (امام الحق امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور آپ کے رفقاء کرام کے مقابلہ میں) فرقہ خوارج کے ساتھ تھے۔

ملاحظہ ہو۔﴿سنن دارمی ج ۱ ص ۷۹ طبع مذکور اوّلاً﴾

اقول

دنیائے علم پر مخفی نہیں "یــقــرئــوون الــقــرآن ولا یــجــا وز تــراقیھم" اس مضمون کی احادیث فرقہ خوارج سے تعلق رکھتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے جن کی پیشگوئی فرمائی تھی اور خواص صحابہ کرام کو ان کی خاص علامات سے بھی باخبر فرمایا تھا جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود بھی ہیں۔ آپ نے وہ علامات ان لوگوں میں دیکھیں پھر انہیں اس حدیث کا مصداق قرار دیا اس سلسلہ کی ایک خاص بات یہ ہے کہ انہوں نے حضرت ابن مسعود کے آگے طریق ادب اپناتے ہوئے رہنمائی حاصل کرنے کے بجائے راہ تکبر کو اپنایا اور " مــــا اردنــــا الا لــخیــر" کی بڑھک ماری جو بعینہ منافقین کا طرز کلام تھا چنانچہ قرآن مجید میں ان کے متعلق "قــالــو ا انــمــا نحن مصلحون" نیز فرمایا۔ "یــحــلــفــون با لله ان اردنا الا احسانا و توفیقاً" نیز "و لیحلفنّ ان اردنا الاّ الحسنیٰ"، ہم تو محض اصلاح کرنے والے ہیں۔ ہم نے قسم بخدا نیکی اور بھلائی

کے سوا کچھ ارادہ نہیں کیا۔

﴿پ ا سورۃ البقرۃ۔ پ ۵ النساء۔ پ ١١ التوبۃ﴾

خلاصہ یہ کہ وہ لوگ خوارج تھے جو مسلمانوں میں تفرقہ کی بنیاد رکھنے کی غرض سے حلقات ذکر کا سہارا لے رہے تھے پس حضرت ابن مسعود نے سدِّ باب فتنہ فرماتے ہوئے انہیں سخت سست کہا اور ڈانٹا۔

مجرمانہ خیانت

گکھڑوی نے حدیث کا یہ حصہ بھی نقل نہیں کیا اور یہ مجرمانہ خیانت اس لئے کی ہے کہ خود بھی اس کے بنیادی لوگوں میں سے ہیں جن کا اعتقادی سلسلہ نسب انہی خوارج سے ملتا ہے جس کے بے شمار دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ فرقہ خوارج کی جڑ بنو تمیم کا ایک شخص تھا جس کا نام حرقوص تھا جو ذوالخوصرہ کے لقب سے معروف تھا۔ اس نے کھلے بندوں حضور امام الانبیاء ﷺ کی شان اقدس میں گستاخانہ کلمے بولے تھے۔ جب وہ پیٹھ دے کر چلا تو آپ ﷺ اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے صحابہ کرام سے فرمایا تھا کہ اس کی پوری نسل ہے جس کا نیک اعمال پر بہت زور ہوگا حتی کہ تم بھی ان کے نماز روزہ کو دیکھو گے تو کہو گے ہمارے اعمال ان کے پورے عملوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہیں قرآن کی ایسی تلاوت کریں گے کہ دنگ رہ جاؤ مگر وہ ایمان سے بالکل فارغ ہوں گے قرآن ان کی زبانوں تک ہوگا جو ان کے گلوں سے نیچے (دل میں) ذرہ بھر بھی نہیں ہوگا۔ قرآن و حدیث کی رٹ لگائیں گے اور مختلف شکلوں میں قیامت تک نکلتے رہیں گے ان کا آخری حصہ دجال کا سرتوڑ حامی ہوگا جس کی مکمل تفصیل صحیحین وغیرہما میں موجود ہے۔

گکھڑوی اور ان کی جماعت بھی محبوبان خدا خصوصاً حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخانہ انداز رکھتے ہیں جس کی بنیاد پر اس وقت کے عرب و عجم خصوصاً حرمین طیبین اور برصغیر کے سینکڑوں ائمہ اسلام نے انہیں خارج از اسلام قرار دیا اور درحقیقت ان کا مابہ الامتیاز بھی یہی ہے امر ہے۔ اس کی مکمل تفصیل مصباح سنت حصہ اول میں گذر چکی ہے بناء بریں ان کے خارجی ہونے میں کچھ شبہ نہ رہا۔ حضرت سیدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور آپ کے جگر پاروں سے عداوت رکھتے ہیں ۔ یہ علامت بھی گکھڑوی جماعت میں علی الوجہ الاکمل موجود ہے۔ انہی کی جماعت کے سرغنہ محمود عباسی خارجی اور ابو یزید بٹ خارجی نے بالترتیب ''خلافت معاویہ و یزید'' اور ''رشید ابن رشید'' کے نام سے موٹی موٹی کتابیں وضع کیں جن میں خصوصیت کے ساتھ امیر المؤمنین شہید کربلا حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو منہ بھی کر گالیاں بکیں جن پر اس جماعت کے کئی بڑوں کی تصدیقیں اور تقریظیں ثبت ہیں جو اس جماعت کی خارجیت پر شاہد عدل ہیں۔

اس سب سے بڑھ کر یہ کہ دور حاضر میں ان کی اعتقادی ہمدردیاں مولوی ابن عبدالوہاب نجدی سے وابستہ ہیں اور

گکھڑوی کا بانیان مذہب سے مولوی رشید احمد گنگوہی اپنی کتاب فتاوٰی رشیدیہ میں بہت پہلے اس کا واضح اشارہ دے چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو﴿فتاوٰی رشیدیہ ص ۲۹۷ مطبع مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور﴾

جب کہ ان کے پیشرو مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی کتاب المہند المعروف عقائد علماء اہل دیوبند میں نہایت درجہ صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ ان کے نزدیک ابن عبدالوہاب نجدی کا حکم شرعی وہی ہے جو امام علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب المعروف فتاویٰ شامی میں بیان فرمایا ہے کہ یہ شخص فرقہ خوارج سے تھا جب کہ کتاب مذکور پر کم وبیش دو درجن علماء دیوبند کے تصدیقی دستخط ہیں جن میں صدر دیوبند مولوی محمود الحسن گکھڑوی کے حکیم الامت مولوی تھانوی سرفہرست ہیں جب کی ماضی قریب میں گزرے دیوبندی عالم مولوی عبدالشکور ترمذی نے دو درجن تصدیقات کا مزید اضافہ کیا ہے

ملاحظہ ہو۔﴿۴۵، ۴۷، ۸۸، ۱۰۶، نیز ۱۷۵ تا آخر طبع انارکلی لاہور﴾

بناء بریں یہ گکھڑوی جماعت کی خارجیت کا ایک اور ٹھوس ثبوت ہے جس کی مزید تائید صدر دیوبند مولوی انور شاہ کشمیری کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جو ابن عبدالوہاب مذکور کے متعلق ان کی کتاب یتیمۃ البیان میں ہے۔ نیز ایک اور صدر دیوبند مولوی حسین احمد ٹانڈوی کے اس کے متعلق اس بیان سے بھی جو انہوں نے اپنی کتاب الشہاب الثاقب میں دیا اور نہایت صاف اور صریح الفاظ میں ابن عبدالوہاب موصوف اور اس کی جماعت کو گستاخ رسول ﷺ قرار دیا ہے

ملاحظہ ہو۔﴿۴۲، ۴۷، طبع کتب خانہ اعزازیہ دیوبند﴾

نوٹ

واضح رہے کہ ابن عبدالوہاب نجدی مذکور کے متعلق گکھڑوی کے اکابر کی تضاد بیانی ان کی جماعتی پالیسی کا حصہ ہے کہ وہ ہر دور میں ہر اہم مسئلہ میں اپنے دو دو گروپ رکھتے ہیں تا کہ وہ دونوں طرف سے مطلوبہ مفادات حاصل کرسکیں جیسا کہ تحریک پاکستان کے حوالہ سے ان کے رویہ سے واضح ہے دلیل یہ ہے کہ بعد کے دیوبندی علماء نے جب اہل نجد کو برسر اقتدار دیکھا اور انہیں ان سے ریالی امداد درکار ہوئی تو انہوں نے اپنے ان اکابر کے مذکور اقوال کی بے جا تأویلات شروع کردیں اور اپنے آپ کو اہل نجد کا حقیقی خیر خواہ ثابت کرنے کی کوششیں کی جو تا حال جاری ہیں اور اگر یہ صحیح نہیں ہے تو دور حاضر میں گکھڑوی جماعت کے ذمہ دار فرد مولوی مکی سعودی گورنمنٹ کی ملازمت اختیار کرکے مطاف کعبہ میں بیٹھے کھڑے اپنے دروس میں انتہائی پُر جوش طریقہ سے ان کی قصیدہ خوانیاں کیوں کرتے ہیں؟

خلاصہ یہ کہ گکھڑوی نے زیر بحث روایت کا مبحث فیہ حصہ محض اس لئے اڑا اور چھپا دیا ہے کہ اس سے اس کی نشاندہی ہوتی تھی کہ یہ دراصل ہے ہی ان کی اپنی جماعت کے بارے میں تو دھوکہ دینے کہ لئے انہوں نے یہ کارنامہ سر

انجام دیا۔ ولا حول ولا قوۃ الا با للہ العلی العظیم

اب سنئے کہ رسول اللہ نے تفرقہ کا باعث بننے والے حلقہ جات کو سخت ناپسند فرمایا، چنانچہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:" خرج علینا رسول اللہ ﷺ فرانا حلقاًفقال مالی اراکم عزین یعنی رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس (مسجد میں) تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے ہمیں ملاحظہ فرمایا کہ ہم مختلف حلقوں میں منقسم ہو کر متفرق طور پر بیٹھے تھے تو آپ نے ہم سے فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں بکھر کر بیٹھا دیکھ رہا ہوں۔ اھ ما اردنا

ملاحظہ ہو۔﴿صحیح مسلم ج ا ص ۱۸۱ طبع کراچی۔ نیز مسند احمد ج ۵ ص طبع مکۃ المکرّمہ﴾

کنکریوں ، گٹھلیوں اور تسبیح کے دانوں پر پڑھنا

روایت ہذا میں کنکریوں (یعنی شماروں اور تسبیح کے دانوں پر وغیرہ) پر پڑھنے کا ناجائز ہونا بھی بیان کیا گیا ہے جب وہ بھی احادیث صحیحہ کثیرہ۔ فتاوٰی ائمہ شان اور اقوال سلف صالح سے ثابت ہے جس کے ممنوع ہونے کی کوئی شرعی وجہ بھی نہیں ہے اس کے جواز پر بعض ائمہ وعلماء اسلام کی مستقل تحریرات موجود ہیں چنانچہ امام جلال الملۃ والدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے" المنحۃ فی السبحۃ" عنوان سے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا جو مختصر مگر انتہائی جامع وعمدہ ہے اور" لاعطر بعد العروس" کا مصداق۔ اس مبحث کی تکمیل میں زیادہ تر اسی سے استفادہ کیا گیا اور برکت لی گئی ہے۔ بعض دلائل اور نقول حسب ذیل ہیں

احادیث مرفوعہ سے ثبوت

ا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا:" رأیت النبی ﷺ یعقد التسبیح بیدہ" یعنی میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ورد کو پڑھتے ہوئے اسے اپنے ہاتھ مبارک (کی انگلیوں پر) شمار فرما رہے تھے۔

ملاحظہ ہو﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۲ بحوالہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ابی شیبہ وحاکم قال السیوطی وصحّحہ﴾

۲۔ حضرت بسیرہ رضی اللہ عنہا جو مہاجرات میں سے تھیں فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: "علیکن بالتسبیح و التھلیل و التقدیس ولا تغفلن فتنسین التوحید وا عقدن بالانامل مسئولات و مستنطقات " یعنی سبحان اللہ، کلمہ طیبہ اور حمد وثناء الٰہی کو لازم پکڑو ان سے غفلت برت کر اللہ کی تعریف کو مت بھولنا اور انگلیوں کے پورے پر گن کر پڑھو کیوں کہ روز قیامت ان سے سؤال ہوگا اور ان سے گواہی لی جائے گی۔

ملاحظہ ہو﴿الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲ بحوالہ ابوداؤد، ترمذی، حاکم وابن ابی شیبہ﴾

اقول

یہ دوحدیثیں اس امر کی دلیل ہیں کہ گن کر پڑھنا مسنون ہے جو حدیث قولی اور فعلی دونوں سے ثابت ہیں۔اور یہ شمارے اور دانوں والی تسبیح کی بھی اصل ہیں کہ مقصد شمار کرنا اور ہاتھوں کو نیکی میں استعمال کرنا ہے جو شماروں وغیرہ سے بھی حاصل ہے۔خصوصاً ورد جب زیادہ تعداد میں ہو اور عقد انامل سے کام نہ چل سکتا ہو تو شماروں اور دانوں والی تسبیح کے بغیر چارۂ کار نہیں ہوگا۔مزید پڑھیئے:۔

۳۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:" انه دخل مع النبی ﷺ علی امرأة و بین یدیها نوی . او حصی .

تسبح فقال الا اخبرک بما وهو االیسر علیک من هٰذا و افضل؟قولی سبحان الله عدد ما خلق فی السماء و سبحٰن الله عدد ما خلق فی الارض وسبحٰن الله عدد ما بین ذلک و سبحٰن الله عددها هو خالق والله اکبر مثل ذلک ولحمد لله مثل ذٰلک و لا الٰه الا لله مثل ذٰلک ولا حول ولا قوة الا با الله مثل ذٰلک یعنی وہ نبی اکرم ﷺ کی معیت میں تھے آپ ﷺ کے خاتون کے ہاں جلوہ گر ہوئے جن کے آگے گٹھلیاں یا کنکریاں رکھی تھیں اور وہ ان پر شمار کر کے خصوصاً سبحٰن الله کا ورد پڑھ رہی تھیں آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس سے آسان اور افضل طریقہ نہ بتاؤں؟تم یوں کہو سبحان الله عدد ما خلق فی السماء اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہوں آسمانی مخلوق کی گنتی کے برابر الخ ملاحظہ ہو۔﴿مشکوٰۃ ۲۰۱ بحوالہ ترمذی وابوداؤد۔نیز الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۲ بحوالہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان وحاکم۔سیوطی فرماتے ہیں ترمذی نے اسے حسن اور حاکم صحیح کہا ہے﴾

اقول

رسول اللہ ﷺ نے الیسر وافضل طریقہ کی طرف رہنمائی فرمائی گھٹلیوں یا کنکریوں پر پڑھنے سے منع نہیں فرمایا پس یہ شماروں پر پڑھنے کے جواز کی دلیل ہے۔یہ خاتون حضرت امّ المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں جیسا کہ آئندہ روایت سے واضح ہے حالانکہ یہ دو مختلف خواتین کے الگ واقعے ہوں تو پھر وہ خاتون امّ المؤمنین کے علاوہ ہوں گی بناء بریں تعدد طرق کے باعث حدیث کی قوت اور بھی بڑھ جائے گی۔

۴۔امّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:"دخل علی رسول الله ﷺ و بین یدی اربعة آلاف نواة اسبح بهن فقال ما هٰذا یا بنت حیی؟ قلت اسبح قال قد سبحت منذ قمت علی رأسک اکثر من هٰذا . قلت علمنی یا رسول الله ﷺ قال قولی سبحٰن الله عدد ما خلق من شئی یعنی رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے جب کہ میں اپنے آگے چار ہزار گٹھلیاں (شمارے) رکھ کر پڑھ رہی تھی تو آپ نے فرمایا: اے

بنت حیی! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی کہ ان پر شمار کر کے پڑھ رہی ہوں تو آپ نے فرمایا میں نے اس تھوڑے سے وقت میں کہ جتنا آپ کے پاس رکا ہوں، اس سے شمار میں زیادہ پڑھ لیا ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! وہ طریقہ مجھے بھی تعلیم فرمائیں آپ نے فرمایا یوں کہو "سبحٰن الله عدد ما خلق من شئیی میں اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہوں اس کی جملہ مخلوق کی گنتی کے برابر۔

ملاحظہ ہو﴿ الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۲ بحوالہ ترمذی، حاکم وطبرانی۔ علامہ فرماتے ہیں "صحیح ایضاً" یعنی یہ حدیث بھی صحیح ثابت ہے ﴾

اقول

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اصل اشیاء اباحت ہے اور جب تک منع کی دلیل نہ ہو عدم جواز کا حکم نہیں لگایا جا سکتا نیز یہ کہ کسی امر کے جواز کے لئے الگ سے صریح دلیل کے ہونا کچھ لازم نہیں۔ عمومی واطلاقی دلائل اور قوائد شرعیہ سے اس کا جواز ثابت ہونا بھی کافی ہے کیونکہ امّ المؤمنین نے شمارے جمع کر کے ان پر پڑھنے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے مستقلاً اجازت نہیں لی تھی یعنی یہ عمل انہوں نے آپ سے پوچھے بغیر کیا تھا ورنہ " ما هٰذا یا بنت حیی" کے سوال کا کیا مطلب؟ اس سے ہیئت کذائیہ کے (من حیث هی هی) بدعت سئیہ نہ ہونا بھی ثابت ہوا جس سے گکھڑوی کلیہ ایک بار پھر پاش پاش ہو گیا کہ تسبیح کا جواز واستحباب آیات واحادیث میں مصرح تھا مگر گٹھلیاں جمع کر کے ان پر پڑھنے کی علیحدہ آیت یا حدیث نہ تھی پھر بھی امّ المؤمنین نے اس خاص صورت سے عمل کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر انکار نہ فرما کر ہیئت کذائیہ کے جواز پر مہر تصدیق ثبت فرمادی پس گکھڑوی بتائیں کہ ان کے ہاتھوں میں کیا رہ گیا ہے؟ (و الحمد لله علیٰ ذلک)

۵۔ حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مرفوعاً مروی ہے آپ سے نے ارشاد فرمایا: " نعم المذکر السبحة" شماروں والی تسبیح بہت خوب ہے کہ ورد یاد دلاتی ہے۔

﴿ الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۳ بحوالہ مسند الفردوس ﴾

احادیث موقوفہ سے

۱۔ " ان سعد بن وقاص رضی الله عنه کان یسبح بالحصٰی" احد العشرۃ المبشرہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کنکریوں پر گنتی کر کے ورد فرماتے ﴿ الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۳ بحوالہ ابن سعد عن حکیم بن الدیلمی ﴾

۲۔ " عن مولاة لسعد ان سعداً کان یسبح بالحصٰی" حضرت سعد کی ایک کنیز شرعی سے مروی ہے کہ آپ

چھوٹے چھوٹے پتھر جمع کرکے ان پر شمار کر کے پڑھتے تھے۔

﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۳ بحوالہ ابن ابی شیبہ﴾

۳۔ " عن ابی سعید الخدری انه کان یسبح بالحصیٰ "یعنی حضرت ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ کنکریوں پر ورد فرماتے تھے۔ ملاحظہ ہو۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۳ بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ﴾

۴۔ حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے "انـه کـان لـه خـیـط فیـه الـفـاعـقـدة فلا ینام حتی یسبح به" آپ کا ایک دھاگہ تھا جس میں دو ہزار گرہیں تھیں جن پر شمار کر کے آپ سونے سے پہلے بلا ناغہ پڑھتے تھے۔

ملاحظہ ہو۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۳ بحوالہ زوائد الزھد لعبداللہ بن الامام احمد عن نعیم محرز بن ابی ھریرۃ﴾

۵۔ــــ " عن ابی هـریـرة انه کان یسبح بالنوی المجز یعنی حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ ایسی گٹھلیوں پر شمار کر کے ورد پڑھتے تھے جو کثرت استعمال سے گھس جانے کے باعث چمکیلی ہو چکی تھیں۔

ملاحظہ ہو۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۳ بحوالہ ابن سعد﴾

۶۔ آپ کے متعلق ایک روایت ہے:" معه کیس فیه حصی او نوی فیسبح به حتی نیفد یعنی آپ کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کنکریاں یا گٹھلیاں تھیں تو آپ ایک ایک کر کے ان پر ورد فرماتے تھے۔

ملاحظہ ہو۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۳ بحوالہ ابن ابی شیبہ عن رجل من الطفاوۃ﴾

۷۔ انہی کے بارے میں منقول ہے:"کـان لـه خیط فیـه الفا عـقـدة فکـان لا ینام حتی یسبح بـه ثنتی عشرة الف تسبیـــــــــحة یعنی آپ کے پاس ایک دھاگا تھا جس میں دو ہزار گرہیں تھیں آپ رات کو سونے سے قبل اس پر بارہ ہزار بار "سبحٰن اللّٰہ" کا ورد فرماتے تھے۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۳ بحوالہ کتاب تحفۃ العباد عن عکرمہ﴾

۸۔ طفاوہ کے ایک شیخ سے مروی ہے انہوں نے کہا مجھے مدینہ منورہ میں حضرت ابوھریرۃ کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا تو میں نے آپ سے بڑھ کر نیکی پر کمر بستہ اور بہت مہمان نواز کوئی نہ دیکھا ایک بار میں آپ کے حضور حاضر تھا آپ چارپائی پر تشریف فرما تھے "و معه کیس فیه حصی او نوی الخ" آپ کے پاس کنکریوں یا گٹھلیوں کی ایک تھیلی تھی آپ ان پر پڑھتے جب مکمل پڑھ لیتے تو آپ کی ایک سیاہ فام لونڈی انہیں دوبارہ تھیلی میں ڈال کر پیش کرتی آپ ان پر ورد فرماتے

﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۳ بحوالہ کتاب تحفۃ العباد محولاً عن سنن ابی داؤد﴾

۹۔ قاس بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے انہوں نے کہا:" کـان لابـی الـدرداء نـوی مـن نـوی الـعـجـوة فی کیس فکان اذا صلی الغداة اخرجهن واحدة یسبح بهن حتی ینفدون" یعنی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس

(مدینہ منورہ کی جنتی کھجور) عجوہ کی گٹھلیوں کی ایک تھیلی تھی جسے آپ روزانہ بعد نماز فجر مکمل پڑھتے تھے۔

ملاحظہ ہو۔﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ص ۳بحوالہ کتاب الزہد للامام احمد حنبل رضی اللہ عنہ﴾

۱۰۔آپ کے متعلق مزید مروی ہے:" انه كان يسبح في اليوم مائة الف تسبيحة "یعنی آپ روزانہ ایک لاکھ بار تسبیح پڑھتے تھے ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ص ۴بحوالہ تحفۃ العبادعن الکمال للحافظ عبدالغنی المقدسی﴾

۱۱۔نبی کریم ﷺ کے زرخرید غلام حضرت ابوصفیہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے" يجاء بزنبيل فيه حصى فيسبح به الى نصف النهار ثم يرفع فا ذا صلى الاولىٰ اتى به فيسبح به حتى يمسى یعنی آپ صبح سے دوپہر تک پھر دوبارہ شام تک کنکریوں پر تسبیح پڑھتے تھے۔(ملخصاً)

۱۲۔ یونس بن عبید نے اپنی والدہ سے روایت کیا انہوں نے کہا میں صحابئ نبی ﷺ حضرت ابوصفیہ رضی اللہ عنہ کو جو ہمارے پڑوسی بھی تھے، دیکھا کہ " كان يسبح بالحصىٰ "آپ کنکریوں پر شمار کر کے ورد پڑھتے تھے۔

ملاحظہ ہو۔﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ص ۲بحوالہ کتاب الزہد للامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ الاحد﴾

۱۳۔زاذان تابعی فرماتے ہیں میں نے امّ یعفور کے کچھ شمارے (جن پر وردفرماتی تھیں) لئے اس کے بعد میں مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا:" اردد على امّ يعفور تسا بيحها "یعفور کے یہ شمارے انہیں واپس دے کر آؤ۔

﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ص ۳بحوالہ ابن ابی شیبہ﴾

احادیث مقطوعہ سے

احادیث موقوفہ (یعنی روایات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے زیر عنوان جتنی روایات گزری ہیں وہ جن تابعین کے ذریعہ سے تعلق رکھتی ہیں لیکن یہاں پر تابعین کرام کے معمولات کی بعض خصوصی روایات کا لانا مقصود ہے اس لئے ہم انہی پر اکتفا کر رہے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔امیر المؤمنین شیر خدا کی پوتی سیّد الشہداء حضرت حسین کی شہزادی حضرت سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں روایت ہے:" انها كانت تسبح بخيط معقود فيه "آپ کے پاس ایک دھاگہ تھا جس پر گرہیں لگی ہوئی تھیں آپ ان گرہوں پر شمار کر کے تسبیح فرماتی تھیں۔

ملاحظہ ہو۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ص ۳بحوالہ طبقات ابن سعد﴾

۲۔سلمہ بن شبیب نے کہا:" كان خالد بن معدان يسبح في اليوم اربعين الف تسبيحة سوى ما يقرأ فلما

وضع لیغسل جعل با صبعه کذا یحر کھا یعنی با تسبیح"یعنی جلیل القدر تابعی حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ دیگر معمولات کے علاوہ چالیس ہزار بار سبحٰن اللہ پڑھتے تھے پس آپ کی وفات ہوئی اور آپ کے جنازہ کو غسل کے لئے رکھا گیا اور دیکھا گیا تو آپ اپنی انگلی اسی طرح ہلا رہے تھے جس طرح ورد کے دوران اپنی حیات ظاہرہ میں ہلاتے تھے۔

﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ص ۴ بحوالہ تحفۃ العبادعن الکمال للحافظ عبدالغنی المقدسی﴾

۳۔امام جلال الملۃ والدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی روایت فرمودہ حدیث مسلسل باسبحۃ نقل فرمائی ہے جو امام المفسرین والمحدثین والفقہاء و مرکز سلاسل الصوفیاء الکرام پیر پیراں حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جنید بغدادی سے لے کر آخر تک جس بھی شیخ نے یہ روایت اپنے تلامذہ سے بیان کی تو اپنے ہاتھوں میں شماروں والی تسبیح لے کر بیان کیا حضرت امام موصوف کے ہاتھ میں تسبیح کو دیکھ کر آپ کے تلمیذ نے آپ سے پوچھا:حضور! آپ اتنے بڑے رتبہ کے حامل اور حسن عبادت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہونے کے باوجود ابھی تک اپنے ہاتھ میں شماروں والی تسبیح رکھے ہوئے ہیں (یعنی آپ کو اس کی کیا ضرورت ہے یہ تو مبتدیوں کی لئے ہوتی ہے)؟تو آپ نے اسے جواباً ارشاد فرمایا:"شئی کنا استعملناہ فی البدایات ما کنا نترکہ فی النہایات احب ان اذکر اللہ بقلبی و فی یدی ولسانی"یعنی یہ ایسی چیز ہے جسے ہم نے ابتداء سلوک میں استعمال کیا ہے تو مدارج علیا پر پہنچنے کے بعد اس کے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا (یعنی یہ ہماری ترقی کا ایک ذریعہ بنی اس لئے ہمیں اس سے محبت ہے) میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے دل، ہاتھ اور زبان ہر ایک سے اللہ کا ذکر کروں۔(ملخصاً)

ملاحظ ہو۔﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ص ۵ بحوالہ وفات الاعیان للقاضی ابی العباس احمد بن خلکان﴾

مختلف اسلاف سے

۱۔امام ترمذی اپنی سند سے لکھتے ہیں:"کان عمیر بن ھانی یصلی کل یوم الف سجدۃ ویسبح مائۃ الف تسبیحۃ"، یعنی عمیر بن ہانی کا معمول تھا کہ وہ روزانہ ایک ہزار بار ایک ہزار رکعت نفل اور ایک لاکھ بار تسبیح فرماتے تھے۔

ملاحظہ ہو۔﴿جامع ترمذی ج ۲ص ۱۷۷، ابواب الدعوات باب ماجاء فی التسبیح والتکبیر والتحمید عندالمنام۔طبع دہلی﴾

۲۔حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ مبارک میں تسبیح دیکھی گئی تو آپ سے پوچھا گیا کہ آپ اس قدر اونچا مقام رکھنے کے باوجود ہاتھ میں تسبیح رکھتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:"طریق وصلت بہ الی ربی لا ا فارقہ"یعنی جس کے ذریعہ مجھے اپنے رب کا قرب حاصل ہوا اسے میں اپنے سے جدا نہیں کرسکتا۔

ملاحظہ ہو۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۴ بحوالہ تاریخ ابن خلکان﴾

۳۔ ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن حسن الطبری نے اپنی کتاب کرامات الاولیاء اور امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک میں ایک تسبیح ہوتی تھی ایک رات آپ اسے اپنے ہاتھ میں لئے کھڑے ہوئے تو وہ ان کی کلائی میں خود بخود گھومنے لگی اور بآواز بلند یہ ذکر کرنے لگی:۔ " **سبحانک یا منبت النبات و یا دائم الثبات**" روئیدگی کو اگانے والے اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے میں تیری تسبیح کہتی ہیں۔ حضرت نے اپنی اہلیہ کو بلا کر فرمایا: "**ھلمہ یا امّ مسلم وانظرنی الی اعجب الاعا جیب**" یعنی اے ام مسلم! آؤ اور اس انتہائی حیران کن امر کو دیکھو وہ آئیں تو انہوں نے دیکھا" **والتسبیحۃ تدور تسبح**" "تسبیح خود گھوم کر پڑھ رہی تھی جو کچھ دیر کے بعد رک گئی۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۴، ۵، ۶﴾

۴۔ حضرت شیخ امام عارف باللہ عمر البزاز نے فرمایا کہ حضرت شیخ ابوالوفاء کاکیش نے حضرت سیدی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کو ایک تسبیح ھدیہ کی تو "**اذا وضعھا علی الارض تدور وحدھا حبۃ حبۃ**" اسے زمین پر رکھتے اس کا دانہ دانہ خود بخود چلنے لگ جاتا تھا (قدس اللہ ارواحھم)

۵۔ صاحب کتاب تحفۃ العباد لکھتے ہیں: " **و قد اتخذ السبحۃ سادات یشار الیھم ویئوخذعنھم ویعتمد کابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ (الیٰ) ومن المعلوم المحقق ان المائۃ الف بل و الاربعین الفا و اقل من ذالک لایحصر بالانامل فقد صح بذالک وثبت انھما کان یعدان**" یعنی گنتی والی تسبیح بنانا ایسے ایسے حضرات سے ثابت ہے جو دین میں پیشوائی کا درجہ رکھتے اور مرجع خلائق تھے جن پر امت کو پورا پورا اعتماد ہے جیسے حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ نیز حضرت ابودرداء صحابی اور حضرت خالد بن معدان تابعی کا روزانہ لاکھ لاکھ اور چالیس چالیس ہزار بار تسبیح پڑھنا اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ ان کے پاس شماروں والی **تسبیحیں** تھیں جو الگ سے روایات سے ثابت بھی ہے ورنہ اتنی بڑی تعداد کو انگلیوں پر گننا کیوں کر متصور ہو سکتا ہے (ملخصاً) ملاحظہ ہو۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۳، ۴﴾

۶۔ امام علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حدیث مسلسل **بالسبحۃ** (جو گزشتہ سطور میں مختصراً مذکور ہو چکی ہے) کے نقل فرمانے کے بعد ارقام فرماتے ہیں: " **فلو لم یکن فی اتخاذ السبحۃ غیر موا فقۃ ھٰؤلاء السادۃ و الدخول فی سلکھم و التماس برکتھم بھٰذا لاعتبار من اھم الامور و آکدھا فکیف بھا وھی مذکرۃ باللہ تعالیٰ**" یعنی تسبیح لے کر پڑھنا سادات امت کے معمولات سے ہے تو اس سے مقصود اگر ان نفوس قدسیہ سے موافقت، ان کے زمرے میں شمولیت اور ان کی نسبتوں کی برکت نہ بھی ہو تو ہاتھ میں تسبیح لینے کی حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی کہ

ہمارے اوائل حالات کی ساتھی ہے اوراس سے یاد الٰہی پر معاونت ملتی ہے اس اعتبار سے بھی اس کے انتہائی اہم اور متوکد ہونے کا پتہ چلتا ہے اوراس کا انکار بھی کیسے کیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ اللہ کی یاد دلاتی ہے۔ (ملخصاً) ملاحظہ ہو۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج۲ص۵﴾

۷۔مزید فرماتے ہیں: " فانظر یا اخی الیٰ ھٰذہ الآیۃ المبارکۃالظاھرۃ وما جمع فیھا من خیری الدنیا و الاٰخرۃ ولم ینقل عن احد من السلف ولامن الخلف المنع من جوازعدالذکر بالسبحۃ بل اکثرھم یعدونہ بھا ولا یرون ذلک مکروھا" میرے بھائی دیکھیں اس پرنور آیت مبارکہ میں دنیاؤ آخرت کے کتنے فوائد ہیں اورسلف وخلف (متقدمین ومتاخرین) میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہیں کہ انھوں نے شماروں والی تسبیح کو ناجائز قرار دیا ہو بلکہ اکثر سے استعمال میں لانا ثابت بھی ہے اوراس میں وہ کوئی کراہت نہیں سمجھتے تھے۔

ملاحظہ ہو۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج۲ص۵﴾

پیشوائے گکھڑوی سے

گکھڑوی کے پیشوا مولوی حکیم اشرف علی تھانوی نے حدیث امّ المؤ منین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کے پیش کرنے کے بعد لکھا ہے: حدیث تقریری سے اس تسبیح متعارف کا جواز نکل آیا (الی) پس جو شخص اس کو بدعت کہے اس کا قول معتبر نہیں حضرات مشائخ نے اس کو تازیانۂ شیطان کہا ہے'' اھ بلفظہ ملخصاً ملاحظہ ہو۔ ﴿اورادرحمانی واذکارسبحانی ص۳۵طبع اعزازیہ دیوبند﴾

بعض ضمنی مباحث

عقدانامل افضل ہے یا تسبیح؟ امام علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:" قال بعض العلماء عقد التسبیح بالانامل افضل من السبحۃلحدیث ابن عمرو لکن یقال ان المسبح ان اٰمن من الغلط کان عقد بالانامل افضل والا فالسبحۃ اولیٰ یعنی علماء نے (بحثاً) فرمایا کہ ورد کو انگلیوں پر گن کر پڑھنا شماروں والی تسبیح سے افضل ہے کس کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت ہے (نبی کریم ﷺ ورد کو اپنے ہاتھ مبارک سے شمار فرماتے تھے وقدمر) لیکن اس میں تفصیل ہے کہ اگر ورد کرنے والا مطمئن ہو کہ اسے انگلیوں سے گننے میں غلطی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا تو انگلیوں سے ورنہ شماروں والی تسبیح سے ورد افضل اور بہتر ہے۔ ﴿الحاوی للفتاوٰی ج۲ص۳ بحوالہ کتاب تحفۃ العباد﴾

تسبیح (کاؤنٹر) کے بعض فوائد

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "تسبیح" کے فوائد بیان فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں: "ھی مذکرۃ باللہ تعالیٰ لان الانسان قل ان یراھا الا ویذکر اللہ وھٰذا من اعظم فوائدھا" یعنی تسبیح کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتی ہے اور کم ہی ایسا ہوگا کہ بندہ اسے ہاتھ میں لے اور اللہ کا ذکر نہ کرنے لگے۔

﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۵﴾

مزید فرماتے ہیں: " و من فوائدھا ایضاً الا ستعانۃ علی دوام الذکر کلما اٰھا ذکر انھا اٰلۃ للذکر فقادہ ذلک الی الذکر فیاحبذا سبب موصل الیٰ دوام ذکر اللہ عزوجل و کان بعضھم رابطہ القلوب" یعنی اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے ذکر الٰہی پر مداومت کے لئے اعانت لی جاتی ہے جوں ہی بندہ اسے دیکھے اسے فوری طور پر ذہن میں آتا ہے کہ یہ آلہ ذکر ہے اس کے بعد وہ ذکر کرنے لگ جاتا ہے تو یہ کیا ہی خوب چیز ہے جس سے اللہ عزوجل کے ذکر پر دوام حاصل ہوتا ہے اسی بناء پر بعض صالحین نے اسے حبل الوصول کا نام دیا یعنی قرب الٰہی کی رسّی۔ اور بعض نے اسے "رابطہ القلوب" کے عنوان سے یاد کیا یعنی دلوں کو بارگاہ ایزدی سے ربط مہیا کرنے والی چیز ہے۔﴿الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۵﴾

حضرت موصوف اس سلسلہ کا ایک واقعہ درج فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک ثقہ شخص نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ اسے ایک قافلہ میں بیت المقدس کی طرف سفر کرنے کا اتفاق ہوا راستہ میں عرب کے ڈاکو ہم پر پڑ گئے انہوں نے سب کو لوٹ لیا میری پگڑی اتاری تو اس میں چھپی ہوئی میری تسبیح نیچے گر پڑی تو اسے دیکھ کر بولے: " ھذا صاحب سبحۃ فردوا علی ما کان اخذ لی وانصرت سالما منھم" شخص تسبیح والا ہے پس انہوں نے میرا لوٹا ہوا سارا سامان مجھے واپس کر دیا اور میں (اس کی برکت سے) ان کے شر سے محفوظ ہو کر لوٹا۔﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۵﴾

تسبیح پر گن کر پڑھنے کا مقصد

علامہ فرماتے ہیں: بعض صالحین کو شماروں والی تسبیح پر پڑھتے ہوئے دیکھ کر ان سے کہا گیا: اتعد علی اللہ؟ آپ اللہ سے حساب کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: "لا ولکن اعدلہ" نہیں بلکہ اس کی رضا کے لئے شمار کرتا ہوں (اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں): " والمقصود ان اکثر الذکر المعدود الذی جاء السنۃ الشریعۃ لاینحصر با لا نامل ولو امکن حصرہ لکان الا شتغال بذلک یذھب الخشوع و ھو المراد واللہ واعلم" مقصد یہ ہے کہ شریعت مطہرہ میں جن اذکار کو اتنا کثرت سے بجالانے کا حکم آیا ہے کہ انہیں انگلیوں پر گنا نہیں جا سکتا اگر اس کا تکلف کیا جائے تو خشوع ختم ہو جائے جبکہ خشوع مطلوب ہے اس لئے اسے بچانے کے لئے تسبیح

پر شمار کرنا بھی اللہ کی رضا کے لئے ہے نہ کہ اس سے حساب کرنے کے لئے واللہ اعلم (ملخصاً)

ملاحظہ ہو۔﴿الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۵ رسالہ ۴۵ المنحۃ فی السبحۃ﴾

ورد پڑھنے کی ترغیب دینے کا ثبوت

روایت میں اس امر کا بھی خلاف شرع ہونا ظاہر کیا گیا ہے کہ کوئی شخص لوگوں سے کہے فلاں نیک کام یوں کرو جبکہ شرعی حکم اسکے برعکس ہے کیونکہ یہ دراصل نیکی کی تعلیم، ترغیب ناواقفوں کی اعانت اور اجتماعیت کا مظاہرہ ہے جن میں سے ہر ایک شرعاً مطلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔۔ "وافعلو الخیر "خود نیکی کرو۔ نیز فرمایا " و تعاونوا علی البر و تقویٰ" نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔ نیز کلمات طیبات میں ہے "الدال علی الخیر کفاعلہ" نیکی کے کام میں رہبری والا ہے ایسا ہے کہ جسے وہ خود نیکی کر رہا ہو۔ اسکی ایک مثال زبان سے نیت کرنا بھی ہے کہ اس سے لاعلموں کو علم ہو جاتا ہے کہ نماز کی نیت کیوں کر کی جاتی ہے، جسے ہمارے فقہاء نے مستحسن قرار دیا ہے نیز گکھڑوی کے بعض پیشوایان کو بھی تسلیم ہے جس کی بحوالہ مکمل تفصیل حصہ دوم میں گزر چکی ہے، نیز وہ احادیث صحیحہ کثیرہ بھی اسکی دلیل ہیں جن میں ہے کہ فلاں فلاں ورد اتنی اتنی بار پڑھا جائے جو بھی گزری ہیں، نیز حدیث شریف میں ہے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے اچانک آپ ﷺ نے ہم سے ارشاد فرمایا "ارفعو ایدیکم فقولو لا الا اللہ ففعلنا" اپنے ہاتھ اٹھا کر کلمہ طیبہ کا ورد کرو ہم نے تعمیل ارشاد کی۔ اسکے بعد آپ ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی "اللّٰھمہ انک بعثنی بھذہ الکلمۃ وامرتنی بھا ووعدتنی علیھا الجنۃ لاتخلف المیعاد" اے اللہ تو نے مجھے اسی کلمے کے عام کرنے کا حکم دے کر مبعوث فرمایا اور اس پر مجھ سے جنت کا وعدہ کیا ہے بلاشبہ تو وعدہ خلافی سے پاک ہے۔ اسکے بعد ہم سے فرمایا "البشرو فان اللہ قد غفرلکم" تمھیں مژدہ ہے کہ اللہ نے تمھاری مغفرت فرمادی ہے۔

ملاحظہ ہو﴿الحاوی للفتاویٰ، ج ا صفحہ نمبر ۳۹۱، ۳۹۲ بحوالہ حاکم﴾

نیز سنن اربعہ وغیرہا کے حوالہ حضرت امّ المومنین صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث جو کچھ پہلے گزری ہے جس میں آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا "قولی سبحان اللہ عدد ما خلق من شئی" یوں کہو کہ اے اللہ میں تیری تسبیح بیان کرتی ہوں ہر چیز کی گنتی کے برابر) اس سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے۔

ہیئت کذائیہ کے ناجائز ہونے کا ثبوت

روایت ہذا میں ہیئت کذائیہ کے جو بدعت اور ضلالت ہونے کا اظہار کیا گیا ہے جبکہ گکھڑوی بھی اسے محض اسی کے

ثبوت کے طور پر لائے ہیں، وہ بھی صحیح نہیں بلکہ دلائل وقوائد شرع کے قطعاً خلاف ہے چناچہ کنکریوں، گٹھلیوں اور تسبیح کے دانوں پر پڑھنا کے زیرعنوان حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام رضوان علیہم اجمعین کے معمولات کی جو بحوالہ تفاصیل مذکور ہوئی ہیں کہ انہوں نے اورادواذکار کے عمومی واطلاقی حکموں کے بعد پڑھنے کے طریقے ازخود مقرر فرمائے، وہ سب ہیئت کذائیہ کے مطلقاً بدعت قرار دینے کے موقف از حد غلط ہونے پر شاہد عدل ہیں بلکہ اس پر اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہے۔ جس کی ایک دلیل جمع قرآن نیز باجماعت تراویح کی ترویج کا واقعہ بھی ہے جن کی بحوالہ تفصیلات متعدد بار گزر چکی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری ج ۲، صفحہ ۷۴۵ وغیرہ میں جمع قرآن کے متعلق ہے "کیف تفعل شیئا لم یفعله رسول الله ﷺ؟ قال عمر هذا والله خیر (الیٰ) قال هو والله خیز"ای کے ج ا صفحہ ۲۶۹ میں باجماعت تراویح کی ہیئت کذائیہ کے بارے میں حضرت فاروق اعظم کا قول ہے کہ "نعم البدعة هٰذه"الغرض روایت ہذا کی ایک ایک شق جس کا بدعت وضلالت اور ناجائز ہونا ظاہر کیا گیا ہے قرآن وسنت کے دیگر دلائل نیز قواعد شرعیہ سے انکا جائز، مستحسن اور مستحب ہونا ثابت ہے جو اسکے غلط اور واجب الرد ہونے کی روشن دلیل ہے، اب لیجئے ایک اور جواب پڑھیے۔

نماز کے انتظار میں بیٹھنا

روایت ہذا میں ایک اعتراض نماز کے انتظار میں بیٹھنے پر بھی ظاہر کیا گیا ہے روایت کے لفظ ہیں "ینتظرون الصلاۃ" (دارمی ج ا، صفحہ ۷۹) جب کہ وہ بھی شرعاً محبوب ومطلوب ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے۔ بقدر ضرورت بعض حسب ذیل ہیں:

چنانچہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "لایزال العبد فی صلاۃ ماکان فی مصلاہ ینتظر الصلاۃ و الملئکته تقول اللهم اغفر له اللهم ارحمه مالم ینصرف او یحدث یعنی بندہ مومن (اللہ کے یہاں) نماز کی حالت میں قرار دیا جاتا ہے جب تک وہ اگلی نماز کے انتظار میں اپنی جائے نماز پر رہے اور ملائکہ کرام اس کے لئے اس وقت تک دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ تو اسے بخش دے، اے اللہ تو اس پر رحمت فرما، جب تک وہ وہاں سے اٹھے نہیں یا ایسا کام نہ کرے جو نماز یا وضو کے منافی ہو۔

ملاحظہ ہو ﴿ صحیح مسلم، موطا امام مالک، سنن ابی داؤد، الترغیب والترهیب المنذری ج ا، صفحہ ۱۵۹۔ طبع داراحیاء التراث العربی۔ بیروت ﴾

نیز امام مالک کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ " خان قوم من مصلاہ فجلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ لم یزل فی الصلاۃ حتی یصلی یعنی اگر وہ اپنی جائے نماز سے اٹھ کر مسجد میں کسی اور جگہ بیٹھ کر نماز کے

انتظار میں رہے تو وہ اگلی نماز تک نماز کی حالت میں شمار ہوتا ہے۔

﴿الترغیب والترہیب جلد وصفحہ وطبع مذکور بحوالہ موطا امام مالک﴾

نیز انہی سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ”لایزال احدکم فی الصلاۃ مادامت الصلاۃ تجسہ لایمنعہ ان ینقلب الیٰ اھلہ الا الصلاۃ “، یعنی تم میں سے کوئی جب تک محض نماز کے انتظار میں ہو تو وہ نماز میں ہی ہوتا ہے۔

ملاحظہ ہو ﴿الترغیب والترہیب ج ۱، صفحہ ۱۵۹ بحوالہ صحیح بخاری، صحیح مسلم﴾

ایک اور روایت میں انہی سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا ”الا ادلکم علی ما یمحوبہ الخطایا و یکفر بہ الذنوب قالو ابلیٰ یارسول اللہ قال (الیٰ) و انتظار الصلاۃ بعد الصلاۃ فذلکم الرباط“ یعنی کیا میں تمھیں ایسی باتیں نہ بتاؤں جس سے خطائیں مٹتی اور گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی کیوں نہ یارسول اللہ! تو آپ ﷺ نے ایک بات یہ بیان فرمائی کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھنا اور فرمایا کہ یہ جہاد ہے

﴿الترغیب والترہیب، ج ۱، صفحہ ۱۶۰، بحوالہ صحیح ابن حبان، موطا امام مالک، صحیح مسلم، جامع الترمذی، سنن النسائی﴾

نیز ملاحظہ ہو ﴿صفحہ ۱۶۰، بحوالہ احمد والطبرانی عن ابی ہریرہ والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما﴾

علامہ منذری مزید بحوالہ ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان و دارمی حضرت ابوسعید الخدری نیز بحوالہ بزار و بیہقی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس سلسلہ کی بعض روایات نقل کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں: ”فھو بمجموعھا حسن انشاء اللہ تعالیٰ “، یعنی اگرچہ فرداً فرداً انکی اسناد پر کلام ہے مگر بحیثیت مجموعی یہ بفضلہٖ تعالیٰ حسن ہیں ملاحظہ ہو ﴿الترغیب و الترہیب ج ۱، صفحہ ۱۶۱﴾ اسی طرح حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے بھی منقول ہے۔ ملاحظہ ہو ﴿الترغیب و الترہیب ج ۱، صفحہ ۱۶۱، ۱۶۲﴾ خاص نماز عشاء کے بارے میں ارشاد فرمایا:۔ ”صلی الناس ور قدوا ولم تزالو فی صلوٰۃ ما دام فی صلاۃ منذ انتظرتموھا“، یعنی لوگ نماز عشاء پڑھ کر سو چکے تم نے کافی انتظار کے بعد اب پڑھی پس تمھارا یہ انتظار نماز شمار کی گئی ہے۔ ﴿الترغیب والترہیب ج ۱، صفحہ ۱۵۹، بحوالہ بخاری عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ﴾

ابن ماجہ کی روایت میں یوں ہے کہ کچھ لوگ مغرب پڑھ کر چلے گئے اور کچھ عشاء کی انتظار میں بیٹھ گئے تو آپ ﷺ نے انکے پاس تیزی سے آکر ارشاد فرمایا: تمھیں بشارت ہو تمھارا رب اپنے حسب شان تمھارے اس عمل کے باعث ملائکہ کے سامنے مباہات فرما رہا ہے (ملخصاً) ﴿الترغیب ج صفحہ ۱۹۵﴾

نیز حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آیت کریمہ (تتجافی جنوبھم عن المضا جع) نماز عشاء کے انتظار کی فضیلت میں اتری تھی یعنی اہل ایمان اپنے رب کی عبادت کے باعث اپنے بستروں سے الگ رہتے ہیں۔

ملاحظہ ہو﴿الترغیب والترہیب ج ا،صفحہ ۱۵۹، بحوالہ ترمذی﴾

نوٹ

انگلیوں پر شمار کر کے پڑھنے کی احادیث اس امر میں صریح ہیں ان کی تفصیل مع مزید ملحقہ عنوان کے بعد والے عنوان کے تحت آرہی ہے۔

ورد کو گن کر پڑھنا

ورد کو گن کر پڑھنے پر بھی اعتراض ظاہر کیا گیا ہے جو اس کے مضمون سے واضح ہے جب کہ وہ بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ”ان کنا لنعد لرسول الله ﷺ فی المجلس یقول رب الغفرلی وتب علیٰ انک انت التواب الغفور مائته مرۃ“ یعنی رسول اللہ ﷺ نشست میں پورے ایک سو بار ”رب اغفرلی وتب علیٰ انک انت التواب الغفور“ ورد فرماتے جسے ہم آپ کے لئے شمار کرتے تھے۔

ملاحظہ ہو۔﴿مسند احمد، جامع ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوۃ صفحہ ۲۰۵، طبع کراچی﴾

نیز حدیث میں ہے انی لا ستغفر الله.

مخصوص تعداد میں پڑھنا

مخصوص تعداد میں پڑھنے کو اس روایت میں قابل اعتراض امر ٹھہرایا گیا ہے جیسا کہ اس کے مضمون سے ظاہر ہے جو احادیث صحیحہ کثیرہ کی رو سے بالکل غلط ہے عنوان بالا میں جو حدیثیں گزری ہیں ان سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے۔ مزید سنیے:

ا۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”من قال سبحان الله و بحمده فی یوم مائة مرة حطت خطا یاه وان کانت مثل زبد البحر“ یعنی جو مسلمان روزانہ سو بار سبحان اللہ وبحمدہ کہے تو اس کی خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں اگر چہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں ﴿مشکوۃ صفحہ ۲۰۰، بحوالہ صحیح بخاری و صحیح مسلم﴾

۲۔انہی سے مروی ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”من قال حین یصبح و حین یمسی سبحٰن الله وبحمده مائة مرّة لم یأت احد یوم القیمٰة بافضل مما جاء به الا احد قال مثل ما قال اوزاد علیه“ یعنی جو مسلمان صبح و شام ایک ایک سو بار ” سبحٰن الله وبحمد کہا کرے تو روز قیامت ثواب میں اس کے سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوگا الا اینکہ کسی نے اس جیسا ورد کیا ہو یا اس سے زیادہ ورد کیا ہو۔ ﴿مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۲، بحوالہ صحیحین﴾

۳۔نیز انہی سے روایت ہے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ”من قال لاالہٰ الاالله وحده لاشريک له، له الملک وله الحمد وهو علیٰ كل شيئی فی يوم ما ئة مرة كانت له عدل عشر رقاب و كتبت له مائة حسنة و محيت عنه مائةسيئة و كانت له حر زا من الشيطٰن يومه ذلک حتی يمسی ولم يأت احد بافضل مما جاء به الا رجل عمل اكثر منه یعنی جومسلمان روزانہ سوبار کلمہ توحید ” لاالہٰ الاالله وحده لاشريک له له الملک وله الحمد وهو علیٰ كل شيئی قدیر کہے تو یہ دس گردنیں آزاد کرنے کے برابر ہے اوراس کے لئے سو نیکیاں لکھی جاتی اوراسکی سوخطائیں مٹائی جاتی ہیں اور یہ اس کے لئے شام تک شیطان سے بچاؤ ہوتا ہے اور روز قیامت اجر وثواب میں اس سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوگا مگر وہ جس نے اس سے بڑھ کر اس کا عمل کیا ہوگا۔

﴿مشکوۃ صفحہ نمبر ۲۰۱، بحوالہ شیخین﴾

۴۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے تو آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا تم روزانہ ایک ہزار نیکیاں کرلیا کروتو کیا تھک جاؤ گے؟ حاضرین میں سے ایک شخص نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ یہ کیوں کر ہوسکتا ہے؟ فرمایا:”يسبح مائة تسبيحة فيكتب له الف حسنة او يحط عنه الف خطيئة یعنی سو بار سبحٰن اللہ کہے تو اس کے لئے ایک ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی یا فرمایا کہ اسکی ہزار خطائیں مٹادی جائیں گی۔

﴿مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۲۰۰، بحوالہ صحیح مسلم﴾

۵۔عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا”من يسبح الله مائة بالغداۃ ومائة بالعشی كان كمن حج مائة حجة ومن حمد الله مائة بالغداة و مائة بالعشی كان كمن حمل علیٰ مائة فرس فی سبيل الله ومن هلل الله مائة بالغداة و مائةبالعشی كان كمن اعتق مائة رقبة من ولدا سمٰعيل ومن كبر الله مائة بالغداة و مائة بالعشی لم يأت فی ذلک اليوم احد باكثر ماأتی به ا لا من قال مثل ذلک اوزاد علیٰ ماقال یعنی جو مسلمان سوسو بار صبح وشام سبحٰن اللہ کہے تو یہ ایسے ہے جیسے اس نے سو حج کیئے ہوں اور جس نے اسی طریقہ سے سو بار الحمدللہ کہا تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے راہ خدا میں سو آدمی اپنی طرف سے گھوڑے پر سوار کر کے بھیجے ہوں۔اور جس نے اسطرح سے سو بار لا الہ الا اللہ کہا تو یہ اس شخص کی مانند ہے جس نے اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے سو گردنیں آزاد کی ہوں اور جس نے حسب مذکور سو بار اللہ اکبر کہا تو جس دن اس نے یہ پڑھا اس میں اس سے نیکی میں کوئی نہیں بڑھ سکتا الا اینکہ کسی نے اس کی مثل یا اس سے

زیادہ اسے پڑھا ہوگا۔ثلث وثلٰثون

۶۔حضرت کعب بن عجرہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کچھ کلمات ہیں جو اپنی ہر فرض نماز کے بعد کہے رسوائی سے بچے گا جو یہ ہیں ”ثلث وثلٰثون تسبیحۃ وثلث وثلٰثون تحمیدۃ واربع و ثلٰثون تکبیرۃ“ یعنی تینتیس بار سبحان اللہ تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر۔ ملاحظہ ہو۔﴿مشکوٰۃ صفحہ نمبر ۸۹ بحوالہ صحیح مسلم﴾

ہمارے اس بیان کی تائید زیر بحث قصے کے ایک اور طریق کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے کہ:”فأمرھم ان یتفرقوا“ اس

کے بعد اپنے حلقوں کے توڑنے کا حکم فرمایا۔نیز اس ہی میں ہے ”وراٰی ابن مسعود حلقتین فی المسجد الکوفۃ فقام منھا فقال اتیکما کانت قبل صا حبتھا ؟ قالت احداھما : نحن ، فقال للاخری: قوما الیھا فجعلھم واحدۃ“ ، وفی لفظ” تحولوا الیھم فجعلھا واحدۃ“کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ کی مسجد میں دو حلقے لگے ہوئے دیکھے پس آپ نے ان کے قریب کھڑے ہو کر فرمایا تم میں سے پہلے لگنے والا حلقہ کونسا ہے؟ ایک حلقے والوں نے جواب دیا کہ ہم پہلے ہیں تو آپ نے دوسرے حلقے والوں سے فرمایا تم اٹھ کر ان میں شامل ہو جاؤ پس آپ نے انہیں ایک حلقے میں کر کے بٹھا دیا۔

ملاحظہ ہو۔﴿مصنف عبدالرزاق جلد ۳،صفحہ نمبر ۲۲۱، ۲۲۲، حدیث نمبر ۵۴۰۹،طبع بیروت زیر اہتمام پیش رو گکھڑوی مولوی حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی، نیز معجم الکبیر،طبرانی ج ۹ صفحہ ۱۲۶، حدیث ۸۶۳۰ طبع بیروت﴾

نیز طبرانی میں ہے کہ آپ مسجد میں داخل ہوئے جس میں آپ نے لوگوں کے دو حلقے دیکھ کر ایک غلام کو بھیجا کہ معلوم کر کے آؤ کہ ان میں سے پہلے کون آئے تھے غلام نے تعمیل کی تو آپ نے فرمایا”انما یکفی المسجد محدث واحد فانما ھلک من کان قبلکم بالتباغی“ یعنی مسجد میں ایک وہی حلقہ چاہیے زیادہ حلقے آپس میں نفرت کا باعث ہیں اور اسی نے امتوں کو تباہ کیا﴿ج ۹، ۱۲۶، ۸۶۳۱، ۸۶۳۲﴾حضرت فاروق اعظم کا نماز تراویح میں لوگوں کو ایک امام پر مجتمع فرمانا بھی اسی حکمت پر مبنی تھا۔﴿صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۹ طبع کراچی﴾آپ نے لوگوں کو ماہ رمضان میں مسجد نبوی شریف حلقوں میں بٹ کر تراویح پڑھتے دیکھ کر فرمایا:لو جمعت ھٰؤلاء علی قاری واحد لکان امثل ثم عزم فجمعھم علیٰ ابن ابی کعب یعنی انہیں ایک امام پر جمع کر دیتا تو بہت خوب ہوتا پھر آپ نے عزم بالجزم فرماتے ہوتے سب کو حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں جمع فرما دیا۔معلوم ہوا کہ اس دور میں حلقہ در حلقہ بیٹھنے کو بھی (عدم اجتماعیت کے اظہار ہونے کے باعث) ناپسند کیا جاتا تھا اس کے ناپسند کرنے کی وجہ ذکر (تسبیح وتہلیل وتکبیر) تھی نہ ان کی

گنتی بلکہ عدم اجتماعیت اس کی وجہ تھی اسی لئے آپ نے سب کو بالکلیہ حلقہ جات ختم کرنے کانہیں فرمایا بلکہ انہیں ایک حلقے میں مجتمع فرمادیا(والحمد لله تعالیٰ علیٰ ذٰلک)

گکھڑوی کی ایک اور چستی

روایت ہذا کے بعض طرق میں یہ ہے کہ وہ لوگ جلسہ کررہے تھے جس میں ایک شخص بیان کررہا تھا جسے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدعت اور شرکاء کو بدعتی قرار دیکر انہیں سخت سست کہا جسے گکھڑوی نے چھوا تک نہیں تاکہ انہیں اپنے مذہبی جلسوں اور بیانات کی محافل کو جن پر انکی معاش قائم ہے بدعت اور اپنے "**الداعیان الی الخیر**" کو بدعتی نہ کہنا پڑے جو انکی بہت بڑی چستی ہے جو انکے دہرے معیار پر دلالت کرتی ہے یعنی "میٹھا ھپ، کڑوا تھو" چنانچہ معجم الکبیر طبرانی میں ہے عمرو بن زرارہ کہتے ہیں: "**وقف علی عبدالله وانا اقص فی المسجد فقال یاعمر و لقد ابتدعتم بدعة ضلالة اوانکم لاهدی من محمد ﷺ و اصحابه ولقد رأیتهم تفرقوا عنی حتی رأیت مکانی مافیه احد**" یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس آکر جب کہ میں مسجد میں تقریر کررہا تھا تو آپ نے مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا: عمرو تم نے بلاشبہ بدعت ضلالت کا ارتکاب ہے یا پھر تم حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب سے نیکی میں بڑھ کر ہو۔(عمرو کہتے ہیں) میں نے دیکھا کہ حاضرین محفل ایک ایک کرکے ادھر ادھر ہوگئے اور میں اپنی جگہ پر اکیلا رہ گیا۔

﴿ج۹،صفحہ۱۲۸،۸۶۳۷﴾

نیز اسی میں اسی صفحہ پر حدیث نمبر ۸۶۳۸ میں ہے عبداللہ بن اعز نے کہا:"**بلغ ابن مسعود ان عمرو بن زراة مع اصحاب له یذکر هم فاتاهم عبد الله فقال انتم اهدیٰ ام اصحاب محمد ﷺ؟ انکم متمسکون بطرف ضلالة**" یعنی حضرت ابن مسعود کو یہ خبر پہنچی کہ عمرو بن زرارہ اپنے ساتھیوں کو جمع کرکے انہیں تقریر کررہا ہے تو آپ نے انکے پاس تشریف لاکر فرمایا تم زیادہ نیک ہو یا حضور ﷺ کے صحابۂ کرام؟ رضی اللہ تعالیٰ عنہم: یقیناً تم نے گمراہی کے کنارہ کو اختیار کیا ہے۔امام عبدالرزاق کی ایک روایت میں اسطرح ہے:**سمع ابن مسعود بقوم یخرجون الی البریة معهم قاص یقول سبحوا ثم قال انا عبد الله بن مسعود الخ** یعنی حضرت ابن مسعود نے کچھ لوگوں کے بارے میں سنا کہ وہ آبادی سے باہر نکل کر اجتماع کرتے ہیں جن کے ساتھ ایک مقرر اور خطیب ہوتا ہے جو انہیں کہتا ہے "سب کہو سبحان اللہ"۔تو آپ نے ان کے پاس جاکر پہلے اپنا تعارف کرایا اور انہیں سخت سست کہتے ہوئے ان کے اس عمل کو بدعت ظلماء اور ضلال بعید قرار دیا۔(ملخصاً)

ملاحظہ ہو۔ ﴿مصنف ج ۳، صفحہ ۲۲۲، حدیث ۵۴۱۰ طبع بیروت زیر اہتمام مولوی حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی﴾

اقول

یہ سب روایات گکھڑوی جماعت کے معمولات کی نفی کر رہی ہیں اس لیئے گکھڑوی نے ان سے بالکل آنکھیں بند کر لیں کہ کہیں ان کے جلسوں اور بیانات پر زد نہ پڑے نیز ان کے تقریروں کے نذرانے متاثر نہ ہوں۔

ع کچھ تو ہے آخر جسکی پردہ داری ہے۔

ورنہ کیا یہ کہا جائے کہ یہ روایت انہوں نے پڑھی نہیں تھیں؟ تو پھر ''شیخ الحدیث'' کا لقب جو ان کے نام کا جزء لازم سمجھا جاتا ہے اس کا کیا بنے گا؟ الغرض یہ روایات خود انکے خلاف ہیں اور متأخر الذکر روایت تو ان کے مذہب کے ان ذمہ دار خطباء کے عمل کی صاف نفی کر رہی ہے جو اپنی تقریروں میں لوگوں سے گلے پھاڑ پھاڑ کر کہتے ہیں ''سب کہو سبحان اللہ'' چنانچہ ہمارے علاقہ ضلع رحیم یار خاں کے ان کے ایک بڑے مولانا (آنجہانی) کا تکیۂ کلام ہی یہی تھا کہ وہ تقریباً اپنی ہر تقریر میں یونہی کہتے تھے کہ پچھلے سال جب میں یہاں آیا تھا تو یہ سفید پلاٹ تھا اب کمرے بھی بن گئے لیٹرین بھی نہیں تھی وہ بھی بن گئے پھر کہتے سب کہو ''سبحان اللہ''۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ نیز اس سے گکھڑوی جماعت کا سالانہ رائے ونڈ کا تبلیغی اجتماع بدعت ظلماء اور ضلال بعید قرار پایا کیونکہ وہ بھی آبادی سے باہر بیابان میں منعقد کیا جاتا ہے اور بعینہ اسی روایت میں مذکور اس اجتماع کا نقشہ پیش کرتا ہے جس کی ابن مسعود نے مذمت فرمائی اور گکھڑوی نے اس سے آنکھیں بند کر لیں۔ فالی اللہ المشتکیٰ

ثم اقول

بر تقدیر تسلیم ہمارے نزدیک ان روایت کا مفہوم صرف یہ ہے کہ اس عہد مبارک میں نیکی اور نیکیوں کی کثرت کے باعث لمبے لمبے پروگراموں کی ضرورت نہ تھی بلکہ الٹا یہ قلبی خشوع کے منافی تھے اور محض تکلف اور تصنع سمجھے جاتے تھے مزید یہ کہ باعث افتراق تھے بناء بریں انہیں اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا اس لئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تردید فرمائی دلیل یہ ہے کہ بقدر ضرورت دینی اجتماع حضرت مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے چناچہ ابھی کچھ پہلے صحیح بخاری کے حوالے سے گزرا ہے کہ ''کان یذکر الناس فی کل خمیس'' یعنی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعظ و نصیحت فرمانے کے لئے ہر جمعرات کو اجتماع کرتے تھے۔ نیز ہماری بیان کردہ یہ توجیہ بھی صراحت کے ساتھ صحابہ کرام سے ثابت ہے چناچہ امام عبدالرزاق نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ''نظر ابع بکر الیٰ قاص قد طوّ ل فقال لو قیل لهذا قم فصل رکعتین اقرأفیها کذا و کذا لملّ ذٰلک'' یعنی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مقرر کو دیکھا

جس نے بہت لمبی تقریر کی تو آپ نے فرمایا: اگر اس سے کہا جائے کہ کھڑے ہو کر دو رکعت پڑھ اور ان مین فلاں فلاں سورتیں تلاوت کر تو اسے تپ چڑھ جائے گا۔ ملاحظہ ہو۔ ﴿مصنف ج ۳، صفحہ ۲۲۲، ۵۴۱۱، طبع بیروت﴾

نیز خود حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ توجیہ صریحاً ثابت ہے۔ ابوالاحوص نے کہا ہے کہ آپ نے ہم سے فرمایا ''لاتملوا الناس فیملو الذکر'' لمبی لمبی تقریروں سے لوگوں کو اکتاہٹ میں مت ڈالو کہ وہ کہیں اس سے متنفر نہ ہو جائیں۔ ملاحظہ ہو۔ ﴿طبرانی ج ۹، صفحہ ۱۲۷، ۸۶۳۴﴾

نیز اسی میں اسی صفحہ پر حدیث نمبر ۸۶۳۵ میں امام اعمش سے مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک شخص سے گزر ہوا جو لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہا تھا تو آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا ''یامذکر لا تقنط الناس'' خطیب صاحب لوگوں کو اکتاہٹ میں مت ڈالو بلکہ صحیح بخاری کی اس ہی مذکورہ بالا حدیث میں ہے: ''فقال له رجل یا ابا عبدالرحمن لوددت انک ذکر تنا کل یوم، قال اما انه یمنعنی من ذلک انی اکره ان املکم وانی اتخولکم بالموعظة کما کان النبی صلی الله علیه وسلم یتخو لنا بها مخافة السأمة علینا'' یعنی ایک شخص نے (آپ کے لاجواب بیان سے متاثر ہو کر) عرض کی حضور میری خواہش ہے کہ آپ ہمیں روزانہ وعظ و نصیحت فرمایا کریں فرمایا: خوب سن لو! مجھے اس سے محض یہ بات مانع ہے کہ میں تمھیں اکتاہٹ میں ڈالنا ناپسند کرتا ہوں اور اس سلسلہ میں میں نے وہی طریق کار اپنایا ہوا ہے جو نبی کریم ﷺ کا تھا کہ آپ بھی ہمارے اکتاہٹ میں پڑ جانے کے خطرے کے پیش نظر وقفہ بوقفہ (بقدر ضرورت) ہم سے خطابات فرماتے تھے۔

ملاحظہ ہو۔ ﴿صحیح بخاری ج ۱، ۱۶ کتاب العلم باب من جعل لاھل العلم ایاما معلومۃ، طبع نور محمد کراچی﴾

معلوم ہوا کہ زیادہ اور طویل جلسے اس دور میں ناپسندیدہ سمجھے جاتے تھے کیونکہ ان کی ضرورت نہ تھی کہ نیکی اور نیکوں کی کثرت تھی پس جب حالات بدلے اور نیکی نیز نیکوں کی بجائے بدی اور بدوں کی کثرت ہوگئی تو ''کم من مسائل یتغیر بتغیر الزمان'' کے فلسفہ کی رو سے دینی اجتماع کی کثرت کی ضرورت پڑی اور علماء و حکماء امت نے اسی نہج کو لے لیا لہٰذا اہل سنت و جماعت کے دور حاضر کے بکثرت کئی کئی روزہ جلسے، اجتماعات اور دینی تقریبات عین منشاء شریعت کے مطابق ہیں مگر گھڑوی اصول کے پیش نظر ان کے جماعتی پروگرام بدعت ظلماء، ضلال بعید اور جرم عظیم ہیں کیونکہ ان کے طور پر یہ اسی کے اہل اور اسی کے محل ہیں۔ ''پس حق بہ صاحب حق برسید'' والحمد لله الحکیم الحمید.

ایک اہم سوال (کہ ''روایت ہذا کی متابعات موجود ہیں'') سے جواب

شاید کوئی یہ کہے کہ روایت ہذا موضوع نہیں زیادہ سے زیادہ ضعیف ہے جبکہ اس کے کئی طرح سے متابعات بھی

موجود ہیں پس وہ صحیح لذاتہ نہ بھی ہو تو حسن ضرور ہے کیونکہ حسب اصول حدیث ضعیف تعدد طرق سے ''حسن'' بن جاتی ہے جو حدیث صحیح کی طرح لائق احتجاج ہوتی ہے جو محتاج بیان نہیں ہے کہ یہ اصول مسلمہ سے ہے۔

جواب نمبر ۱ اقول اولاً

گکھڑوی جب اسے اصول مسلمہ سمجھتے ہیں تو اسکی صراحت کر دیں تاکہ ہم خود انکی کتب سے اسکے برخلاف یا کم از کم اس سلسلے میں ان کے معیار کے دہرا پن کو واضح کر سکیں۔

جواب نمبر ۲ ثانیاً

حقیقت یہ ہے کہ روایت ھذا کی کوئی متابعت بھی صحیح ثابت نہیں ہے کیونکہ ان کی اسناد پر بھی آئمہ شان کو سخت کلام ہے پھر ان کے مضامین بھی روایت ہذا کے مضمون سے متفق نہیں ہیں بلکہ بعض تو اس کے خلاف بھی ہیں یہی وجہ ہے گکھڑوی نے بھی ان سے تعرض نہیں کیا اور انہیں پیش کرنا تو کجا انکی جانب ہلکا سا اشارہ بھی نہیں کیا کیونکہ انہیں ان کی حقیقت کا پتہ تھا ورنہ معرض بیان میں سکوت چہ معنٰی ؟ وہ روایات جنہیں روایت ہذا کے مطابع یا شاہد ہونے کا مغالطہ دیا جا سکتا ہے زیادہ تر مصنف عبدالرزاق اور طبرانی کبیر میں ہیں۔ ذیل میں فرداً فرداً ان پر مختصر و جامع کلام حاضر ہے۔

مزعومہ متابعات سے جواب

متا بعت یحییٰ بن عمرو بن سلمہ: اس روایت میں عمرو بن سلمہ کا ایک تلمیذ ان کا بیٹا یحییٰ ہے جیسا کہ دارمی میں مذکور ہے دوسرا تلمیذ مجالد بن سعید ہے اس نے عمرو بن سلمہ سے روایت کیا انہوں نے کہا: ''**كـنـا قعو دا عند بـاب ابـن مسـعـود رضى الله تعالىٰ عنه بين المغرب والعشاء فأتى ابو موسىٰ فقال اخرج اليكم ابو عبـد الـرحـمـن ؟ قـال فـخـرج ابـن مسـعـود رضى الله تعالىٰ عنه ، فقال ابو موسىٰ ما جاء بك هٰذا السـاعة : قـال : لا والله الا انى رأيت امراً ذعرنى و انه لخير ولقد ذعرنى وانه لخير قوم جلوس فى الـمسـجد و رجل يقول لهم سجوا كذا و كذا ، احمد و ا كذا و كذا .قال فا نطلق عبدالله و انطلقنا مـعـه حتى اتـا هم فقال ما اسرع ما ضللتم و اصحاب محمد ﷺ احياء و ازوا جهشواب ثبابه و آ نيته لم تغير احصو اسيئا تكم فانا اضمن على الله ان يحصى حسناتكم**''

یعنی ہم مغرب وعشاء کے درمیان حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے میں حضرت ابوموسیٰ تشریف لائے تو انہوں نے فرمایا: کیا تمھارے پاس ابوعبدالرحمٰن (حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) گھر سے باہر تشریف لائے ہیں؟ عمرو نے کہا اتنے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی باہر تشریف لے آئے۔ حضرت ابو

موسیٰ نے ان سے عرض کی اس وقت جناب کو کیا چیز باہر لائی ؟ فرمایا قسم بخدا، محض یہی کہ ایک امر میں نے دیکھا ہے جس نے مجھے پریشان کر دیا ہے اور ہے وہ بہت ہی اچھا کام۔ مگر حلفیہ کہتا ہوں کہ اس نے مجھے پریشان کر دیا ہے مگر ہے بہت اچھا کام (اور وہ یہ ہے کہ) کچھ لوگ مسجد میں بیٹھے ہیں ان میں سے ایک شخص ان میں سے کہتا ہے سبحان اللہ اتنی اتنی بار اور الحمد اللہ اتنی اتنی مرتبہ کہو عمرو کہتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود چل پڑے اور ہم بھی ان کے ہمراہ ہو گئے یہاں تک کہ آپ ان لوگوں کے پاس آئے پس آپ ان لوگوں کے پاس آئے پس آپ ان سے یوں گویا ہوئے: تم کس قدر تیزی سے گمراہ ہو گئے ہو جبکہ حضور ﷺ کے اصحاب زندہ اور آپ کی ازواج صحیح سالم موجود ہیں اور آپکے کپڑے اور برتن بوسیدہ نہیں ہوئے۔ تم اپنی برائیاں شمار کرو میں تمھیں اس بات کی گارنٹی (ضمانت) دیتا ہوں کہ اللہ تمھاری نیکیوں کو محفوظ رکھے گا۔ ملاحظہ ہو۔

﴿معجم الکبیر طبرانی جلد ۹، صفحہ ۱۲۷، حدیث نمبر ۸۶۳۶، طبع بیروت﴾

الجواب ۱

﴿سند پر کلام﴾ یحییٰ بن عمرو بن سلمہ کی روایت کا مکمل جواب مع مالہ و ماعلیہ گزر چکا ہے۔ مجالد بن سعید کی روایت کے متعلق گذارشات سماعت کیجئے۔

اولاً

اس کی سند پر کلام ہے چنانچہ طبرانی کبیر میں اس کی مکمل سند اس طرح ہے محدث طبرانی نے کہا ”**حدثنا علی بن عبدالعزیز ثناء ابو النعمان عارم ثنا حماد بن زید عن مجالد بن سعید عن عمرو بن سلمةقال الخ**“ ملاحظہ ہو۔ ﴿جلد و صفحہ و طبع مذکور﴾

اقول

علی بن عبدالعزیز (البغوی) کے متعلق **میزان الاعتدال للذھبی** (جلد۳، صفحہ۱۴۳) **لسان المیزان للعسقلانی** (جلد۴، صفحہ۲۴۱) میں ہے کہ ثقہ تو ہے اور دارقطنی نے اسے ثقہ مأمون کہا ہے ”**لکنہ یطلب علی التحدیث و یعتذر بانہ محتاج**“ لیکن وہ خود کو نادر بتا کر پیسے لے کر حدیث بتاتا تھا۔ ابوالنعمان عارم ﴿محمد بن فضل السدوسی ابوالفضل البصری﴾ کے متعلق تقریب التہذیب للعسقلانی (صفحہ۲۰۰) میں ہے:” **ثقہ ثبت تغیر فی آخر عمرہ**“ ثقہ ثبت ہے۔ عمر کے آخری حصے میں اس کی حالت بگڑ گئی تھی۔ نیز تہذیب التہذیب للعسقلانی (جلد۹، صفحہ۳۵۸، ۳۵۹) میں ابن ابی حاتم، زریعی، ابن حبان، نسائی، امام ابو داؤد، دارقطنی اور امام بخاری وغیرہم کے حوالے سے ہے:

"اختلط فی آخر عمره و زال عقله فمن سمع منه قبل الاختلا م فسماعه صحیح " نیز ابن ابی حاتم نے کہا"بلغنا انه انکر سنة ثلٰث عشرة ثم راجعه عقله ثم استحکم به الا ختلاط سنة ست عشرة"۔ نیز کہا" فمن سمع منه قبل سنة عشرین فسماعه جید" یعنی مذکورہ راوی اپنی زندگی کے آخری حصے میں ۱۳ھ کو اس کا دماغی توازن خراب ہوگیا پھر کچھ مدت ٹھیک ہوگیا مگر ۱۶ھ میں پھر پوری طرح مختلط اور غیر متوازن ہوگیا تھا اس کے بارے میں متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ جس نے اس سے اختلاط سے قبل سنا اس کا سماع درست (یعنی اس روایت میں وہ ثقہ ہے)ورنہ نہیں اھ ملخصاً۔

اقول

ائمہ شان کی بھی یہ صراحت موجود ہے کہ (روایت ہذا کے راوی)علی عبدالعزیز بغوی کا اس سے سماع اختلاط کے بعد ہی ہے بناء بریں یہ روایت مختلط قرار پائی جو ضعیف اور غیر مقبول کی اقسام سے ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی ارقام فرماتے ہیں "وقال العقیلی سماع علی البغوی من عارم سنة سبع عشرة یعنی بعد الا ختلاط"،یعنی محدث عقیلی نے کہا کہ عارم سے علی البغوی کا سماع ۱۷ھ کو اسکے اختلاط کے بعد ہے ملاحظہ ہو۔

﴿تہذیب التہذیب، ج۹،صفحہ ۳۵۹،طبع مصرو پاک﴾

۱۔روایت ہذا کا تیسرا راوی حماد بن زید(بن درہم الازدی البصری)ہے اس کے متعلق ابن سعد نے فرمایا"کان عثمانیا" یہ ناصبی تھا۔یعقوب نے کہا:"یقصر فی الاسانید و یوقف المرفوع کثیر الشک بتو قیفه" یعنی یہ احادیث کی اسانید کو اختصار سے بیان کرتا اور مرفوع احادیث کو کثرت سے شک کا شکار ہونے کے باعث موقوف صورت میں پیش کرتا تھا۔

ملاحظہ ہو۔ ﴿تہذیب التہذیب، ج ۳،صفحہ ۱۰،طبع مصرو پاک﴾

۲۔اس کا چوتھا راوی ﴿جسے یحیٰی بن عمرو بن سلمہ کا مطابع کہا گیا ہے﴾ مجالد بن سعید(الکوفی)ہے امام حافظ ابن حجر تقریب التہذیب(صفحہ ۲۲۹)میں اس کے بارے میں لکھتے ہیں "لیس بالقوی وقد تغیر فی آخر عمره" یعنی وہ حدیث میں قوی نہیں ہے علاوہ ازیں وہ اپنی زندگی کے آخری حصے میں متغیر بھی ہوگیا تھا اھ۔

نیز حافظ صاحب موصوف تہذیب التہذیب ﴿ج ۱۰،صفحہ ۳۷﴾ میں اسکے متعلق ارقام فرماتے ہیں :امام بخاری نے اسے اگرچہ صدوق اور عجلی نے جائز الحدیث کہا ہے جو(ہلکی سے توثیق ہے)امام یحیٰی بن سعید "یضعفه" اسکی تضعیف فرماتے تھے۔نیز فرماتے "تکتب کذ با کثیر اً" "کان یلقن فی الحدیث" یہ ملقن (حدیث میں تلقین کو

قبول کرتا) تھا۔تم اگر اس سے حدیثیں لکھو گے تو ان میں بہت جھوٹ پاؤ گے۔امام ابن مہدی ''لایروی عنه'' اس سے روایت نہیں لیتے تھے۔امام احمد بن حنبل ''لایراہ شئیا'' اسے لیس بشئی قرار دیتے تھے یعنی فن حدیث میں اس کا کچھ مقام نہیں تھا۔امام بخاری کے استاد امام ابن المدینی فرماتے تھے ''فی نفسی منه شیئی'' مجھے یہ پسند نہیں ہے۔نیز ابن المہدی نے کہا ''لیس بشیئی'' حدیث میں اسکی کچھ وقعت نہیں نیز ''تغیر حفظه فی آخر عمره'' اپنی عمر کے آخری حصے میں قوت حافظہ کھو بیٹھا تھا۔نیز امام احمد سے منقول ہے ''لیس بشیئی یرفع حدیثا کثیره الایرفعه الناس'' یعنی یہ بالکل کچھ مقام نہیں رکھتا بہت سے ایسی احادیث جنہیں ائمہ مرفوع نہیں کہتے یہ انہیں مرفوع صورت میں بیان کرتا ہے۔امام یحییٰ بن معین نے فرمایا ''ضعیف لا یحتج بحدیثه'' یعنی ایسا ضعیف ہے کہ اسکی بیان کردہ حدیث لائق احتجاج نہیں۔امام ابوحاتم نے کہا ''لیس بالقوی فی الحدیث لا یحتج به'' یعنی حدیث میں قوی نہیں اور نہ ہی وہ لائق احتجاج ہے۔امام نسائی نے کہا ''لیس بالقوی'' قوی نہیں ہے۔دار قطنی نے کہا ''لایعتبر به'' اسکی روایت لائق اعتبار نہیں ہے۔امام ابن سعد نے کہا ''ضعیفاً فی الحدیث'' وہ حدیث میں ضعیف ہے۔ابن حبان نے کہا ''لا یجوز الا حتجاج به'' اسے قابل احتجاج سمجھنا جائز نہیں ہے۔محدث ابن عدی نے کہا ''له عن الشعبی عن جابر احادیث صالحة و عن غیر جابر و عامة ما یرو به غیر محفوظ'' یعنی اس کی وہ روایتیں صالح ہیں جو اس نے امام شعبی سے اور انہوں نے حضرت جابر سے لی ہیں اس طریق سے ہٹ کر اسکی سب روایتیں نا قابل قبول ہیں اھ ملخصاً۔

اقول

روایت ہذا بھی ''شعبی عن جابر'' کے طریق سے ہٹ کر ہے پس اس کے نا قابل قبول ہونے میں کچھ شبہ نہ رہا۔سعیدی بقلمہٖ نیز ملاحظہ ہو۔﴿میزان الاعتدال ج ۳،صفحہ ۴۳۸ جلہ نحوہ﴾

نیز حافظ ابن حجر کے استاذ علامہ نور الدین ہیثمی مجمع الزوائد﴿جلد ا،صفحہ ۱۸۱﴾ میں اسکے متعلق لکھتے ہیں ''وثقه النسائی ضعیفه البخاری و احمد بن حنبل و یحییٰ'' نسائی نے اسکی توثیق کی ہے (مگر ان سے اکابر محدثین) امام بخاری، امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ نے اسے ضعیف کہا ہے﴿نیز ملاحظہ ہو طبرانی کبیر جلد ۹،صفحہ ۱۲۷، حاشیہ ۸۶۳۶، بحوالہ مجمع الزوائد﴾

لطیفہ

میزان الاعتدال (ج ۳،صفحہ ۴۳۸) میں ہے:''قیل لخالد الطحان دخلت الکوفةفلم تکتب عن مجالد قال لانه کان طویک اللحیة'' یعنی خالد الطحان سے کہا گیا آپ کوفہ میں تو گئے مگر مجالد سے کوئی راویت نہ

لکھی، کیوں؟ انہوں نے کہا: اسلئے کہ اس کی داڑھی انتہائی لمبی تھی (جس سے میں ڈر گیا) اھ۔

اقول

جیسے گکھڑوی کے بعض شیوخ اس میں ضرب المثل تھے کالالا ہوری وغیرہ۔ خلاصہ یہ کہ یہ روایت از روئے سند سخت ضعیف ہے جو حسب تصریح ائمہ حدیث کسی طرح قابل قبول نہیں ہے۔ مزید پڑھئے۔

الجواب نمبر ۲ ﴿متن پر کلام﴾

طبرانی کی یہ روایت، گکھڑوی کی بحوالہ دارمی پیش کردہ روایت سے الفاظ کی کمی بیشی میں مختلف ہی نہیں بلکہ کئی طرح سے اس کا مضمون اس کے مضمون سے متعارض متصادم اور متضاد بھی ہے جو درایتی پہلو کے حوالے سے ان دو میں سے کسی ایک کے غلط ہونے کو مستلزم ہے اور تـعـا رَضَاتَسَا قَطَا کی مد میں بھی آتی ہیں جس سے گکھڑوی موقف پر بہر حال زد پڑتی ہے۔ چنانچہ گکھڑوی کی پیش کردہ روایت میں ہے عمرو بن سلمہ فرماتے ہیں ''ہم حضرت ابن مسعود کی معیت میں مسجد کو جاتے تھے'' نیز یہ کہ '' آپکی تشریف آوری پر ہم سب نے کھڑے ہوکر آپ کا استقبال کیا'' نیز یہ کہ حضرت ابن مسعود نے حضرت ابوموسیٰ سے فرمایا ''تم نے ان لوگوں کو کیا کہا انہوں نے عرض کی میں نے آپکی رائے یا امر کے انتظار کے باعث ان سے کچھ نہیں کہا'' نیز یہ کہ آپ نے ان سے فرمایا ''تم نے ان سے یوں کیوں نہ کہا کہ اپنی برائیوں کی گنتی کرو۔ الخ''

نیز یہ کہ '' آپ نے ان لوگوں کے ہاں کھڑے ہوکر ان سے پوچھا تم کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہم کنکریوں پر تکبیر، تہلیل اور تسبیح شمار کر رہے ہیں'' نیز ان لوگوں نے کہا ہماری نیت نیکی ہی کی تھی نیز یہ کہ آپ نے ان لوگوں خوارج قرار دیا اور حضرت عمرو بن سلمہ نے فرمایا کہ آپکی یہ پیش گوئی حرف بہ حرف کھل کر سامنے آئی اور وہ لوگ جنگ نہروان میں ہمارے مقابلے میں تھے۔

جبکہ طبرانی کی روایت میں ان میں سے کسی کا بھی کوئی وجود و نشان کا پتہ نہیں ہے علاوہ ازیں طبرانی کی روایت میں ہے حضرت اابن مسعود نے ان لوگوں سے یہ بھی فرمایا تھا ''وازوا جـه شـواب'' کہ '' آپ ﷺ کی ازواج ابھی جوانی میں ہیں'' دارمی میں انکا کوئی وجود نہیں ہے نیز یہ ظاہر البطلان بھی ہے کیونکہ آپ ﷺ کی سب ازواج مطہرات عالم شباب کی نہ تھیں نیز دارمی کی روایت میں ہے کہ ہم نماز فجر سے قبل حضرت ابن مسعود کے در دولت پر انکے انتظار میں بیٹھا کرتے تھے یعنی یہ انکا معمول تھا اور تھا بھی نماز فجر سے قبل جبکہ طبرانی کی اس روایت میں یوں ہے کہ ہم آپ کے دروازے کے پاس مغرب اور عشاء کی مابین بیٹھے تھے یعنی ایک بار کا واقعہ ہے اور ہے بھی مغرب و عشاء کی مابین کا فرق ظاہر ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ دارمی میں ہے کہ حضرت ابوموسی اشعری نے حضرت ابن مسعود سے کہا تھا کہ میں نے مسجد میں لوگوں

کو حلقے بنائے بیٹھے دیکھا ہے نیز یہ کہ ہر حلقہ کا نگران شرکاء سے کہتا ہے کہ سوسو بار تکبیر، تہلیل اور تسبیح پڑھو نیز یہ کہ انہوں نے اس ہیئت کذائیہ کو بہت عمدہ کام بتایا تھا جبکہ طبرانی کی اس (پیش نظر) روایت میں اس کے بالکل برعکس ہے کہ حضرت ابوموسیٰ نے حضرت ابن مسعود سے ان کے آنے کا سبب پوچھا اور آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں ایک نیا کام دیکھ کر آیا ہوں جس نے مجھے چونکا دیا ہے لیکن ہے وہ بہت ہی اچھا کام اور یہ بات آپ نے مکرر کہی اور وہ کام یہ ہے کہ کچھ لوگ مسجد میں بیٹھے ہیں ان میں سے ایک انہیں کہتا ہے اس اس طرح تسبیح تحمید کرو۔ تو ان میں کئی طرح سے فرق ہے۔

ا۔ دارمی کی روایت میں تکبیر تہلیل اور تسبیح کا ذکر ہے جبکہ طبرانی میں صرف تسبیح اور تحمید مذکور ہے۔

۲۔ دارمی کی روایت کے مطابق مسجد میں لوگوں کے کئی حلقے تھے اور ہر ہر حلقے کا نگراں الگ الگ تھا جبکہ طبرانی سے مترشح ہے کہ انکا ایک ہی حلقہ تھا اور ایک نگراں۔

۳۔ دارمی کے مطابق آنے کا سبب پوچھنے والے حضرت ابن مسعود اور سبب بتانے والے حضرت ابوموسیٰ ہیں طبرانی میں اسکے برعکس ہے۔

۴۔ دارمی کی رو سے اس محفل ذکر کو خیر اور بہت اچھا بتانے والے حضرت ابوموسیٰ ہیں جبکہ طبرانی کے پیش نظر یہ خود حضرت ابن مسعود کا قول ہے۔

۵۔ اسی سے ایک بات یہ بھی نکلی کہ حضرت ابن مسعود نے ان لوگوں کے اس عمل کو بہت اچھا بھی کہا پھر اس پر انہیں ضال و مضل بھی قرار دیا جس سے اس روایت کا غلط ہونا اظہر من الشمس وابین من الامس ہو جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ طبرانی کی (مجالد بن سعید کی) اس روایت کو دارمی کی (یحییٰ بن عمرو بن سلمہ) کی روایت کا متابع سمجھنا کسی طرح درست نہیں۔ (والحمد للہ)

نمبرا۔ متابعت عمرو بن سلمہ از مسیّب بن نجبہ سے جواب:۔ معجم الکبیر طبرانی میں ہے کہ مسیّب بن نجبہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی خدمت میں آ کر عرض کی "**انی ترکت قوما بالمسجد یقولون من سبح کذا و کذا فله کذا و کذا قال قم یا علقمه فلمار اهم قال یا علقمه اشغل عن البصار القوم فلما سمهم وما یقولون قال انکم لمتمسکون بذنب ضلالة او انکم لاهدی من اصحاب محمد** ﷺ" یعنی میں مسجد میں کچھ ایسے لوگ چھوڑ کر (دیکھ کر) آیا ہوں جو یہ بیان کر رہے ہیں کہ جس نے اتنی اتنی تسبیح پڑھی تو اس کے لئے اتنا اتنا ثواب ہے۔ آپ نے اپنے تلمیذ علقمہ سے فرمایا چلیں ادھر چلتے ہیں پس جب آپ نے ﴿وہاں پہنچ کر﴾ انہیں دیکھا تو علقمہ سے فرمایا مجھے ان لوگوں کی نظروں سے اوجھل رکھو پھر جب آپ نے ان کی گفتگو سنی تو ان سے فرمایا بلاشبہ تم گمراہی کو اختیار کر رہے ہو یا حضور

ﷺ کے اصحاب سے زیادہ ہدایت پر ہو۔

ملاحظہ ہو۔ ﴿جلد۹، صفحہ ۱۲۵، حدیث نمبر ۸۶۲۸، طبع مذکور﴾

جواب نمبر ۱ ﴿اس کی سند صحیح نہیں﴾ اقول اوّلاً

اس کی سند صحیح نہیں ہے چنانچہ طبرانی میں اس کی سند اسطرح ہے **حدثنا علی بن عبدالعزیز ثنا ابو نعیم ثنا سفیان عن سلمه بن کهیل عن ابی الزعر اء قال جاء المسیب بن نجبة الخ** ۔ملاحظہ ہو ﴿جلد وصفحہ وطبع مذکور﴾

علی بن عبدالعزیز (بن محمد ابوالقاسم النیسابوری الخشاب ، شیوخ شیعہ سے ہے، ملاحظہ ہو ابو الزعراء ﴿عبداللہ بن ھانئ الکبیر الکوفی الازدی﴾ کے بارے میں حافظ ابن حجر ارقام فرماتے ہیں: ''**قال بخاری لا یتابع فی حدیثه**'' اسکی بیان کردہ روایت متابعت کے قابل نہیں ہوتی (تہذیب التہذیب ج ۶ صفحہ ۵۶) پس امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلے کے مطابق اس کی زیر بحث روایت ، روایت عمرو بن سلمہ کی متابع بننے کی اہل نہیں۔

جواب نمبر ۲ ﴿اسکا متن گکھڑوی کے مفید مدعا نہیں﴾

:۔علاوہ ازیں اسکے متن سے گکھڑوی کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس میں کنکروں (اور شماروں) پر پڑھنے کا کوئی ذکر نہیں ہے اس میں صرف تسبیح (سبحان اللہ کہنے) کی فضیلت کو بیان کرنے کا ذکر ہے جو گکھڑوی کی پیش کردہ روایت دارمی کے مضمون سے یکسر ہٹ کر ہے جبکہ تسبیح کی فضیلت بیان کرنا خود رسول اللہ ﷺ سے احادیث صحیحہ کثیرہ میں ثابت ہے پس انکی یہ گفتگو جرم نہ تھی بلکہ عین حدیث نبوی ﷺ کے مطابق تھی ۔ان سب کی مکمل بحوالہ تفصیل روایت دارمی کے جواب میں گزر چکی ہے ازانجملہ صحیحین کی یہ حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:''**من قال سبحان الله وبحمده فی یوم مائة مرة حطت خطایاه وان کانت مثل زبد البحر**'' یعنی جو مسلمان روزانہ سو بار سبحان اللہ وبحمدہ کہے تو اس کی خطائیں معاف کردی جاتی ہیں اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ ﴿مشکوٰۃ صفحہ ۲۰۰﴾ اور نہ ہمیں کچھ مضر ہے۔

متابعت نمبر ۲ عمرو بن سلمه از قیس بن حازم سے جواب

قیس بن حازم کی یہ روایت بھی گکھڑوی کی پیش کردہ روایت دارمی کی متابع نہیں ہو سکتی ''**ذکر لابن مسعود قاص یجلس باالیل ویقول للناس قولوا کذا فقال ذا رائتموه فأخبرونی قال فأخبروه فجاء عبدالله متقنعا فقال من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا عبدالله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه تعلمون انکم لأهدیٰ من محمد ﷺ واصحابه و انکم لمتعلقون بذنب ضلالة**'' یعنی عبداللہ ابن

مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک قصہ گو اور واعظ کا ذکر کیا گیا جو رات میں لوگوں کو کہتا تھا ''یوں کہو'' آپ نے فرمایا جب تم اسے ایسے کرتے دیکھو تو مجھے آگاہ کرو قیس بن حازم نے کہا کہ اس کے بعد لوگوں نے آپ کو اس سے مطلع کیا تو آپ چادر سے چہرہ چھپا کے تشریف لائے پس فرمایا جو مجھے پہچانتا ہے تو پہچانتا ہے اور جو مجھے نہیں پہچانتا تو وہ معلوم کر لے کہ میں عبداللہ بن مسعود ہوں اپنے خیال میں تم حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ سے زیادہ ہدایت پر ہو جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تم گمراہی کی دم سے چمٹے ہوئے ہو۔ ﴿طبرانی کبیر ج ۹، صفحہ ۱۲۵، حدیث نمبر ۸۶۲۹ نیز مصنف عبدالرزاق ج ۳، صفحہ ۲۲۱، حدیث نمبر ۵۴۰۸﴾ کیونکہ اس کی بھی سند صحیح نہیں ہے چنانچہ طبرانی میں اس کی سند یوں ہے ''**حدثنا اسحاق بن ابراهيم الدبری عن عبدالرزاق عن ابن عينية عن بيان عن قيس بن حازم قال الخ**'' ﴿طبرانی ج ۹، صفحہ ۱۲۵، مصنف عبدالرزاق ج ۳ صفحہ نمبر ۲۲۱﴾

اسحاق بن ابراھیم الدبری کے متعلق علامہ ذہبی فرماتے ہیں

''**قلت ماكان الرجل صاحب حديث سمع من عبد الرزاق تصانيف وهوا بن سبع سنين او نحو ها لكن روى به عن عبدالرزاق احاديث منكره فوقع التردد فيهاهل هي منه فانفروبهااوهي معروفةمما تفرد به به عبدالرزاق. اكثر عنه الطبراني**'' یعنی میں کہتا ہوں یہ شخص صاحب حدیث ﴿رجال فن حدیث سے﴾ نہیں تھا امام عبدالرزاق سے اس نے ان کی تصانیف سماع کیں جبکہ اسکی عمر کم وبیش سات برس تھی اس نے امام عبدالرزاق کے حوالہ سے منکر احادیث ﴿سخت ضعیف حدیثیں﴾ بیان کی ہیں بناء بریں اس میں تردد واقع ہو گیا کہ یہ اس کے متفردات سے ہیں یا امام عبدالرزاق کے تفردات سے طبرانی نے اس سے بکثرت روایات لی ہیں اھ ما اردنا.

ملاحظہ ہو۔ ﴿میزان الاعتدال ج ۱، صفحہ ۱۸۱ طبع سانگلہ ھل﴾

جبکہ امام عبدالرزاق سے گکھڑوی خود راضی نہیں ہے چنانچہ مسئلہ نورانیت نبی ﷺ کے حوالہ سے ان سے چڑ کھا کر گکھڑوی امام موصوف پر جرح کرتے ہوئے اپنی کتاب تنقید متین ﴿صفحہ ۸۸ طبع گوجرانوالہ﴾ میں لکھتے ہیں:

''امام عبدالرازق شیعہ تھے گو غالی نہ تھے مگر بعض چیزوں میں وہ منفرد ہیں۔ ان کا کوئی ساتھ نہیں دیتا ﴿تذکرہ ج ا صفحہ نمبر ۳۳۱﴾ آخر میں نابینا ہو گئے تھے اور ان کے بھانجے نے انکی کتابوں میں باطل روایتیں بھی شامل کر دی تھیں جس کی وجہ سے وہ کاذب مشہور ہو گئے تھے۔ مصنف عبدالرزاق کتب حدیث کے طبقہ ثالثہ میں شمار ہیں۔ اس طبقہ کی اکثر احادیث پر فقہاء کرام کے نزدیک عمل نہیں ہوا بلکہ انکے خلاف اجماع منعقد ہوا ہے۔۔۔ اکثر ایسی ہیں خصوصاً جو قرآن کے خلاف ہیں اھ ملخصاً بلفظہٖ

نیز اسی کے صفحہ نمبر ۸۹ پر لکھا ہے ''موضوع حدیثیں تک موجود ہیں''۔ الغرض حسب تصریح علامہ ذہبی، اسحاق الدبری

کی وجہ سے پیش نظر روایت منکر اور سخت ضعیف ہے جبکہ خود گکھڑوی کے مطابق امام عبدالرزاق کے باعث یہ روایت خلاف اجماع، قرآن کے خلاف ہے جسے موضوع تک کہا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ روایت دارمی کے مطابق بھی نہیں ہے کیونکہ اس میں نہ مسجد کا ذکر ہے نہ کنکریوں کا۔ نہ کنکریوں پر مخصوص تعداد میں پڑھنے کا۔ اس میں تو ایک واعظ کا ذکر ہے جو رات میں لوگوں کو وعظ کرتا تھا جس سے گکھڑوی جماعت کے رات کے ﴿دین کے نام پر منعقد ہونے والے﴾ جیسے ہی بدعت قرار پائے جبکہ قولو اکذا کے لفظ ﴿جو مصنف عبدالرزاق نے دوبار طبرانی میں ایک بار واقع ہے﴾ مبہم ہیں جب کہ عبد الرزاق کی دیگر سند کے ساتھ ایک اور روایت میں ہے ''یقولُ سجوا'' وہ لوگوں سے کہتا تھا کہو سبحان اللہ ﴿مصنف ج ۳، صفحہ ۲۲۲، حدیث نمبر ۵۴۱۰﴾۔ پس اگر یہ دونوں روایتیں ایک ہی شخص کے متعلق ہوں تو یہ بھی گکھڑوی کی جماعت کے واعظین وخطباء پر پوری پوری فٹ آ رہی ہیں کیونکہ بعینہٖ ان کا طریقہ کار بھی یہی ہے اس کی تفصیل کچھ پہلے گزر چکی ہے۔ ولنعم ما قیل

ع میں الزام انکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

نوٹ : صاحب مصنف امام عبدالرزاق کو شیعہ اور رافضی قرار دینا صحیح نہیں بلکہ ان پر غلط الزام ہے اور خارجیوں کا شوشہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ محبان اہل بیت سے تھے رفض سے انکو دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ ''رحمة اللہ تعالیٰ رحمةً واسعةً کاملةً اور یہ ایسے ہے جیسے حضور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔ ''ان کان الرفض حب آل محمد ﷺ فلیشھد الثقلان انی رافض'' یعنی حضور ﷺ کے آل پاک کی محبت رفض ہے (جیسے خوارج کا تفوہ ہے) تو جن وانس سن لیں اور گواہ ہو جائیں کہ میں پکا رافضی ہوں یعنی حب اہل بیت عقیدۂ اہل سنت کا حصہ ہے رفض اور شیعیت ہرگز ہرگز نہیں (قاله فی دیوانه) اسکی مکمل تفصیل فقیر کی کتاب الضربات القاہرہ المعرف پوسٹ مارٹم میں دیکھی جا سکتی ہے۔

تنبیه : یہاں سے واضح ہوا کہ مجمع الزوائد کا (ج ۱، صفحہ ۱۸۱ میں) روایت کے اس طریق کے متعلق یہ کہنا ''وفی بعض طرق الطبرانی الصحیحه المختصرة'' انکا سخت تسامح ہے۔ یغفر اللہ تعالیٰ لنا ولهٗ بجاہ حبیبهٖ المصطفیٰ علیه التحیه و ألثناء.

متابعت عمرو بن سلمه از ابو البختری سے جواب

ابوالبختری کی حسب ذیل روایت میں پیش کردہ روایت دارمی کی متابع ہونے کی صالح نہیں۔ وہ یہ روایت ہے:

”بلغ عبدالله بن مسعود ان قوما يقعدون من المغرب الى العشاء يسبحون يقولون قولوا كذا و قولوا كذا قال عبدالله ان قعدو فاٰذنونى فلما جلسو ا اتوه فانطلق فدخل معهم مجلس (وفى لفظ اٰذنوه فانطلق اذاٰنوه فدخل مجلس معهم)و عليه برنس فأخذوا فى تسبيحهم فحسر عبدالله عن رأسه البرنس وقال انا عبدالله بن مسعود فسكت القوم فقال لقد جئتم ببدعة ظلماء او لقد فضلتم اصحاب محمد ﷺ علمافقال رجل من بنى تميم ما جئنا ببدعة ظلماء ولا فضلنا اصحاب محمد ﷺ علمافقال عمرو بن عتبة بن فرقد استغفر الله يا ابن مسعود و اتوب اليه فأمرهم ان يتفرقوا قال ورٰى ابن مسعود حلقتين فى المسجد الكوفة فقام منهما فقال ايتكما كانت قبل صاحبتها ؟ قالت احداهما نحن ، فقال للاخرٰى قوما اليها فجعلهم واحدة (وفى لفظه تحولو ا اليهم فجعلهماواحدة)

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ کچھ لوگ مغرب سے عشاء اس طرح تسبیح کرنے کے لئے بیٹھتے ہیں کہ ایک دوسرے کو تلقین کرتے کہتے ہیں اس طرح سے یوں کہو۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا اگر وہ دوبارہ یہ کرنے بیٹھیں تو مجھے آگاہ کیجیو، پس جب وہ بیٹھے تو وہ آپ کے پاس حاضر ہو کر انہوں نے آپ نے اپنا چہرہ ظاہر کر کے فرمایا کر کے فرمایا میں عبداللہ بن مسعود ہوں۔ ان لوگوں پر سکوت طاری ہو گیا۔ آپ نے فرمایا تم نے تاریک بدعت کا ارتکاب کیا ہے تا پھر حضور ﷺ کے اصحاب سے علم میں بڑھ گئے ہو۔ بنو تمیم کے ایک شخص نے کہا، ہم نے نہ تو تاریک بدعت کا ارتکاب کیا ہے اور نہ ہی ہم علم میں حضور کے اصحاب سے بڑھ گئے ہیں۔ عمرو بن عتبہ بن فرقد نے عرض کی حضرت! میں اللہ کے حضور توبہ کرتا ہوں اور اس سے بخشش مانگتا ہوں۔ پس آپ نے انہیں ان کے مابین کھڑے ہو کر فرمایا تم دونوں میں سے پہلا منعقد ہونے والا حلقہ کون سا ہے؟ ان میں ایک نے بتایا کہ ہم ہیں تو آپ نے دوسرے کو حکم دیا کہ اٹھ کر اس میں شامل ہو جاؤ پس آپ نے ان کو ایک حلقہ میں بدل دیا۔

ملاحظہ ہو ﴿مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۲۱، ۲۲۲، ۵۴۰۹، نیز معجم طبرانی ج ۹ ص ۱۲۵، ۱۲۶، ۸۶۳۰﴾

الجواب

یہ روایت بھی سنداً و متناً کسی طرح صحیح ثابت نہیں ہے پیش کردہ روایت دارمی سے مختلف بھی ہے۔ اس کے کچھ مندرجات گکھڑوی اصول کی نفی بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ طبرانی میں اس کی سند اس طرح ہے۔

” حدثنا اسحٰق بن ابراهيم عن عبدالرزاق عن جعفر بن سليمان انا عطاء بن السائب لا اعلمه الا عن

ابی البختری قال الخ'' ملاحظہ ہو ﴿اج ۹ص ۱۲۵، ۸۶۳۰ نیز مصنف عبدالزاق ج ۳ص ۲۲۱،۵۴۰۹﴾

اقول

اسحٰق بن ابراہیم دبری پر علامہ ذہبی کا کلام گزر چکا ہے کہ یہ شخص اس میدان کا مرد ہی نہیں ہے نیز یہ کہ امام عبدالرزاق سے اس کی روایت منکر ہوتی ہیں۔ یہ بھی ابھی گزرا کہ امام عبدالرزاق خود گگھڑوی کے ہاں قابل قبول نہیں ہیں، اگلے راوی کا حال سنیے۔

جعفر بن سلیمان (الضبی) کے متعلق حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: سلیمان بن حرب نے کہا ''لا یکتب حدیثه'' اس کی روایت لکھنے کے بھی قابل نہیں ہے۔ امام یحییٰ بن سعید کے حوالہ سے لکھا ہے ''لایکتب حدیثه ، لا یروی عنه و کان یستضعفه'' کہ آپ اسے ضعیف سمجھتے تھے نہ تو اس کی روایت لیتے اور نہ ہی اسے اپنے پاس نوٹ کرتے۔ عبدالرحمٰن بن مہدی کے حوالہ سے رقم کیا '' لا ینبسط الحدیث جعفر بن سلیمٰن '' کہ آپ جعفر بن سلیمٰن کی روایت سے خوش نہیں تھے۔ نیز آپ اسے معتزلی اور رافضی قرار دیتے اور فرماتے تھے '' من اتی جعفر بن سلیمان و عبدالوارث فلا یقربنی'' جو جعفر بن سلیمٰن اور عبدالوارث کے پاس جائے تو میری پاس آنے کی تکلیف نہ کرے۔ جریر بن یزید بن ھارون نے کہا: '' هو ارافضی مثل الحمار'' یعنی وہ گدھا قسم کا رافضی تھا۔ ابن حبان نے کہا شیعہ تھا۔ دوری نے کہا حضرت معاویہ کو گالیاں بکتا تھا۔ ابن عمار نے کہا ضعیف ہے۔ (ملخصاً)

ملاحظہ ہو۔ ﴿تہذیب التہذیب ج ۲ص ۸۱، ۸۲، ۸۳ طبع مصر و پاک﴾

عطاء بن سائب (الکوفی) کے بارے میں حافظ ابن حجر ارقام فرماتے ہیں: امام شعبہ نے فرمایا: '' ثلثة فی القلب منهم هاجس عطاء بن السائب الخ '' مجھے تین شخصوں سے نفرت ہے ایک ان میں سے عطاء بن سائب ہے۔ ابن الجارود نے اسے ضعفاء میں شمار کیا۔ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا ضعیف ہے ۔طبرانی نے کہا ''ثقة اختلط فی اٰخر عمره فما رواه عنه المتقدمون فهو صحیح مثل سفیان و شعبة و زهیر و زائده'' یعنی ثقہ ہے مگر آخری عمر میں مختلط ہو گیا تھا (قوۃ حافظہ کے خراب ہو جانے کے باعث غلط و صحیح کا فرق معلوم نہ رہا) لہٰذا اس کی اس سے قبل کی روایات صحیح ہیں امام سفیان، شعبہ زھیر اور زائدہ قبل از اختلاط کے روات سے ہیں۔ ابوحاتم نے کہا: '' و فی حدیث البصریین عنه تخالیط کثیرة لانه قدم علیهم فی اٰخر عمره'' یعنی اس سے بصریوں کی تمام روایات مختلط ہیں کیوں کہ وہ ان کے ہاں بعد از اختلاط وارد ہوئے تھے۔ امام احمد، وھیب، ابوداؤد، شعبہ، ابن عدی، ابوحاتم، نسائی، ابن عیینہ، حمیدی، القطان، ابن حبان، دارقطنی، ساجی، عقیلی اور امام بخاری وغیرھم نے فرمایا ضعیف اور مضطرب الحدیث ہے کسی کام کا نہیں اس کی

روایت میں کچھ نکارت پائی جاتی ہے ''من سمع منه قديماً فسماعه صحيح و من سمع منه حديثاًلم يكن بشئی'' جس نے اس سے قدیم میں سنا تو اس کی روایت صحیح ہے اور جس نے بعد میں سنا تو لیس بشئی ہے۔راد قطنی نے کہا'' لايحتج من حديثه الابما رواه الا كابر شعبة و الثوری ووهيب نظرائوهم واماابن عليةوالمتأخرون ففی حديثهم عنه نظر'' یعنی اس کی محض وہی روایات لائق احتجاج ہیں کو شعبہ،ثوری اور وہیب جیسے اکابر نے اس سے لیں۔ابن علیہ اور متأخرین کی اس سے لی گئی روایات محل نظر ہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:''قلت فيحصل من مجموع كلامهم ان سفيان الثوری و شعبه و زهيراو زائده ،حمادبن زيدو ايوب عنه فصيح ومن عداهم يتوقف فيه الا حماد بن سلمة فاتلف قولهم والظاهر انه سمع منه مرتين مرةمع ايوب كما يئومی اليه كلام الدارمی و مرة بعد ذلک لما دخل اليهم البصرة و سمع منه جرير ع ذويه'' یعنی میں کہتا ہوں کہ ائمہ شان کے مجموعہ کلام کا حاصل یہ ہے کہ سفیان ثوری ،شعبہ،زھیر،زائدہ،حماد بن زید اور ایوب کا اس سے سماع صحیح ہے۔ان کے علاوہ کے سماع میں فیصلہ یہ ہے کہ توقف کیا جائے۔حماد بن سلمہ کے بارے میں دو قول ہیں کہ اس کی بعض روایات صحیح اور بعض متوقف فیہ ہیں کیوں کہ جب کلام دارمی ایک بار انہوں نے ایوب کی ہمراہی میں اس سے سماع کیا اور دوسری بار اس وقت کہ جب وہ بصرہ میں پہنچے اور جریر وغیرہ کے ہمراہ سماع کیا۔ ﴿تہذیب التہذیب ج ۷ص۱۸۳تا ۱۸۶﴾

اقول

اس تفصیل سے واضح ہے کہ جعفر بن سلیمان (جو خود بھی متکلم فیہ ہے) کا عطاء بن السائب سے سماع قدیم میں نہیں بناء بریں حسب تصریحات ائمہ شان یہ روایت لیس بشئی ہے جس کے بعد اگر چہ مزید کلام کی ضرورت نہیں تاہم تبرعاً یہ بھی پڑھ لیجیے کہ عطاء کی یہ روایت ابوالبختر ی سے ہے اور ائمہ نے یہ بھی تصریح فرمائی کہ ابوالبختر ی سے لی گئی اس کی روایت قابل قبول نہیں ہوتی چنانچہ امیر المومنین فی الحدیث امام شعبہ اور ابن علیہ نے کہا:'' ماحدثک عطاء بن السائب عن رجال زاذان و ميسرة و ابی البختری فلا تكتبه وما حدثک عن رجل بعينه فاكتبه'' یعنی عطاء بن السائب جو کچھ تمہیں زاذان،میسرۃ ابی البختر ی کے حوالہ سے بیان کریں اسے مت لکھو اور جو کسی اور متعین شخص سے بیان کرے تو اسے لکھ سکتے ہو۔ ﴿تہذیب التہذیب ج ۷ص۱۸۳﴾

اب خود ابوالبختر ی کے بارے میں اہم شان کی سنئے۔

ابوالبختر ی کا نام سعید بن فیروز الطائی ہے۔حافظ ابن حجر تقریب التہذیب (۳۰۳) میں فرماتے ہیں:

" كثير الارسال ثقة ثبت فيه تشيع قليل " کثیرالارسال ہیں ثقہ وثبت ہیں ان میں کچھ تشیع ہے۔

تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں" **كثير الحديث يرسل حديثه و يروى عن الصحابه ولم يسمع من كثير احداً فما كان من حديثه سماعاً فهو حسن وما كان غيره فضعيف**" نیز ابن سعد کے حوالہ سے لکھا ہے:

" **وما كان عن فهو ضعيف**" (ج ۴ ص ۶۵)

علامہ ذہبی لکھتے ہیں: " **يرسل عن علي و الكبار** " ﴿میزان الاعتدال ج ۴ ص ۴۹۴﴾

ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوالبختری کثیرالحدیث ہونے کے ساتھ ساتھ مرسل الحدیث بھی ہیں صحابہ کرام بالخصوص حضرت علی اور دیگرا کابر صحابہ رضی اللہ عنھم کا نام سے بیان کرتے ہیں مگر بیشتر کا سماع ثابت نہیں ہے ان کی روایات کے بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنی جس روایت میں سماع کی تصریح کردیں تو وہ درست ہوگی ورنہ ضعیف ہوگی۔اھ

اقول

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی صحابہ کبار سے ہیں اور پیش نظر روایت میں وہ سماع کی تصریح نہیں کررہے بلکہ ان لفظوں سے بیان کیا ہے " **عن ابی البختری قال بلغ عبدالله بن مسعود**"

﴿مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۲۱۔۵۴۰۹، طبرانی کبیر ج ۹ ص ۱۲۵، ۸۶۲۹﴾

جب کہ اصول میں یہ مبرہن ہے کہ قال کا لفظ، لفظ عَنْ کی طرح الفاظ سماع سے نہیں و **لا یخفیٰ علیٰ خادمها**.

بلکہ بعض علماء حدیث سے یہ صراحۃ بھی ثابت ہے چنانچہ مجمع الزوائد (للعلامہ نورالدین الھیثمی، ج ۱ ص ۱۸۲) حاشیہ میں اسی روایت کے متعلق ابوالبختری کے بارے میں لکھا ہے:" **لم يسمع من ابن مسعود فالحديث منقطع**" یعنی ابوالبختری کا حضرت ابن مسعود سے سماع ثابت نہیں ہے۔ بناء بریں یہ روایت منقطع ہے۔

نیز ملاحظہ ہو۔﴿طبرانی کبیر ج ۹ ص ۱۲۵ تحت حدیث ۸۶۳۰ بحوالہ ھامش مجمع الزوائد﴾

اقول

منقطع حدیث، ضعیف کے اقسام سے ہے پس یہ حدیث ضعیف ہوئی۔علاوہ ازیں اس کا متن روایت دارمی کے متن سے کئی وجوہ سے مختلف بھی ہے مثلاً حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے در دولت پر انکے انتظار میں بیٹھنا، حضرت موسیٰ اشعری کی آمد اور حضرت ابن مسعود سے انکا مکالمہ نیز مسجد میں کئی حلقہ جات اور ہر حلقہ پر نگران، کنکریاں اور نگرانوں کی ہدایت کے مطابق کنکریوں پر تسبیح تہلیل وتکبیر کا پڑھنا وغیرھا۔ان میں سے کسی کا روایت ھذا میں کوئی نشان پتہ نہیں ہے البتہ اس میں بنوتمیم کے ایک شخص کے حضرت ابن مسعود کے سامنے اکڑ جانے کا ذکر ہے اور اسی قبیلہ کے لوگ ہی خوارج بلکہ

خارجیت کی جڑ تھے جیسا کہ روایت دارمی کے مباحث میں گزرا ہے۔ نیز اس روایت میں اس کی تصریح موجود ہے کی حضرت ابن مسعود نے ذکر و تسبیح سے منع نہ فرمایا بلک حلقات میں تقسیم ہونے کو ناپسند فرمایا تھا کہ یہ تفرقہ کی بنیاد تھے جس کی تفصیل روایت دارمی کے تحت گزر چکی ہے، جو گکھڑوی منصوبہ کے سراسر منافی ہے۔ علاوہ ازیں روایت ہذا میں ''بدعت'' کو ''ظلماء'' سے مقید کیا گیا ہے جسے گکھڑوی نے بھی روایت دارمی کی ابحاث میں برقرار رکھا ہے۔ چنانچہ ان کے لفظ ہیں: ''یہ بدعت ضلالت بھی ہے اور بدعت ظلمات بھی'' ﴿راہ سنّت ۱۴۴﴾

جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ہر بدعت بری نہیں بدعت محض وہی مذموم ہے جو گمراہانہ ہو اور ظلماء کا بھی یہی مفہوم ہے۔ یہ بھی گکھڑوی موقف کے بالکل خلاف ہے کیوں کہ وہ بدعت کی تقسیم کے قائل نہیں بالفاظ دیگر ہر بدعت کو مطلقاً مذموم وظلماء سمجھتے ہیں۔

ابوالبختری کی ایک اور روایت سے جواب

نیز طبرانی کبیر (ج ۲، ۱۲۶، ۸۶۳۱) میں ابوالبختر ی کی ایک مزید روایت اس طرح ہے: '' حدثنا علی بن عبدالعزیز ثنا ابو نعیم ثنا عبدالسلا م بن حرب عن عطاء بن السائب عن ابی البختری و ربما قال عامر دخل المسجد فا ذا ھو ابحلقتین فقال للغلام انطلق وا نظر أھٰئلاء جلوساًقبل ام ھٰئلاء؟ فجاء فقال ھٰئلاء فقال انما یکفی المسجد محدث واحد فا نما ھلک من کان قبلکم با لتباغی''

اقول

یہ بھی صحیح اور گکھڑوی کو کچھ مفید یا ہمیں کچھ مضر نہیں کیوں کہ اس کی سند میں علی بن عبدالعزیز ہے جس پر مسیّب بن نجبہ کی روایت کے تحت کلام گذر چکا ہے۔ اسی طرح عطاء بن السائب نیز ابوالبختر ی کے بارے میں بھی تفصیلات گزری ہیں۔ مزید سنیے۔

اس کا ایک راوی عبدالسلام بن حرب (بن سلمہ النہد ی) ہے۔ حافظ صاحب اس کے بارے میں لکھتے ہیں: ''ثقة حافظ لہ مناکیر من صغاالثامنة'' طبقہ ثامنہ کے چھوٹے درجہ کے راویوں سے ہے، ثقہ حافظ ہے مگر اس کی بہت سی روایات منکر اور سخت ضعیف ہیں۔ ﴿تقریب التہذ یب ۵۹۵﴾

تہذیب التہذ یب میں رقم طراز ہیں: امام احمد نے فرمایا '' کنا ننکر من عبدالسلام شیئاً'' ہم عبدالسلام کی روایات میں کچھ نکارت پاتے ہیں۔ یعقوب نے کہا '' فی حدیثہ لین'' اس کی روایت میں کمزوری ہے۔ ابن سعد نے کہا '' کان بہ ضعف فی الحدیث'' اسے ضعف فی الحدیث کا عارضہ ہے۔ امام عبداللہ بن مبارک نے فرمایا '' قد

عرفته" میں اسے خوب پہچان چکا ہوں۔ (فرماتے ہیں)" و کان اذا قال قد عرفته فقد اهلکه" یعنی امام عبداللہ بن مبارک جس کے متعلق "قد عرفته" کے لفظ بول دیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کی تباہی کردی یعنی ان کی اصطلاح میں یہ شدید ترین جرح ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ﴿ج٦ص٢٨٣﴾

علاوہ ازیں اس میں روایت دارمی کا وہ مضمون نہیں ہے جو گکھڑوی کا محل استدلال ہے اور جو ہے وہ ان کے لئے مفید مدعا نہیں بلکہ ایک طرح سے ان کے خلاف ہے کیوں کہ اس میں صرف اور صرف مسجد میں بٹ کر بیٹھنے کا ناپسند ہونا مذکور ہے جس کی گکھڑوی جماعت خود مرتکب ہے۔

ابوالبختری کی ایک اور روایت سے جواب

اسی طبرانی میں ابوالبختر ی کی ایک اور روایت اس طرح ہے" حدثنا عثمان بن عمر الضبی ثنا عبدالله بن رجاء أنا زائده عن عطاء بن السائب عن ابی البختری قال ذکر بعبدالله ان رجلاً یجتمع الیه و ذکر حدیث ابی نعیم" ﴿ج٩، ١٢٦، ٨٦٣٢﴾

اقول

اس میں بھی عطاء بن السائب عن ابی البختر ی ہے جس پر مفصل کلام شروع میں گزر چکا ہے کہ عطاء کی روایت بالخصوص ابوالبختر ی سے ضعیف نیز ابوالبختر ی کی حضرت ابن مسعود سے روایت منقطع ہے۔ جبکہ "وذکر حدیث ابی نعیم" کا مطلب یہ ہے کہ اس مضمون بعینہٖ متذکرہ بالا روایت والا ہے۔ اس پر بھی کلام گزرا ہے کہ یہ گکھڑوی کو کسی طرح مفید نہیں بلکہ بیک نوع خود ان کے خلاف ہے۔

متابعت عمرو بن سلمہ از ابو عبدالرحمن السلمی سے جواب

نیز طبرانی ﴿ج ٩ ص ١٢٦ ، ٨٦٣٣﴾ میں ہے" حدثنا ابو مسلم الکشی ابو عمر الضریر انا حماد بن سلمة ان عطاء بن السائب اخبرهم عن عبدالرحمن السلمی قال کان عمرو بن عربة بن فرقد السلمی و معضد فی أناس من الصحابهما ا تخذامسجد ا یسبحون فیه بین المغرب و العشاء کذا و یهللون کذا و یحمدون کذا فأخبربذلک عبدالله بن مسعود فقال للذی اخبره اذا جلسوا فاٰذنی فلما جلسوا اٰذنه فجاء عبدالله علیه برنس حتی دخل علیهم فکشف البرنس عن رأسه ثم قال أنا ابن ام عبدالله لقد جئتم ببدعةظلماء او قد فضلتم اصحب محمد ﷺ علماء، فقال معضدو کان رجلا مفوها والله ما جئنا ببدعة ظلماء ولا فضلنا اصحاب محمد ﷺ فقال عبدالله لئن اتبعتم

القوم لقد سبقو کم سبقنا مبینا و لئن جرتم یمینا و شمالا تعد ضللتم ضلالاً بعیداً“ یعنی عمرو بن عتبہ بن فرقد سلمی اور معضد نے اپنے چند ساتھیوں کی مدد سے ایک مسجد بنائی جس میں وہ مغرب وعشاء کے مابین مخصوص تعداد میں تسبیح تہلیل اور تحمید کرتے تھے حضرت عبداللہ بن مسعود کو اس کی مخبری کی گئی تو آپ نے مخبری کرنے والے شخص کے ذمّہ لگایا کہ جب وہ لوگ اس کے لئے بیٹھیں تو تم مجھے مطلع کرنا اس نے اس کی تعمیل کی۔ آپ اپنے سر اور چہرہ کو ڈھانپے ان لوگوں کے پاس پہنچے پھر آپ نے اپنے چہرہ سے کپڑا ہٹا کر فرمایا میں ابن امّ عبد ہوں۔ واللہ تم نے تاریک بدعت کا ارتکاب کیا ہے یا پھر تم حضورﷺ کے اصحاب سے علم میں بڑھ گئے ہو۔ معضد جو یک دریدہ دہن اور منہ پھٹ شخص تھا، اس نے دیدہ دلیری اور شوخ چشمی سے آپ سے کہا: واللہ ہم نے کسی تاریک بدعت کا ارتکاب نہیں کیا اور نہ ہی ہم علم میں اصحاب نبی ﷺ سے بڑھے ہیں آپ نے فرمایا: اگر تم اس مقدس جماعت کی پیروی تو وہ تمہارے بہترین پیشرو ہیں اور اگر اِدھر اُدھر ہوئے تو سخت گمراہی میں پڑ گئے۔

اقول

اس روایت کے ذریعہ رجل بنی تمیم کی وضاحت ہوگئی کہ وہ ”معضد“ تھا جو دریدہ دہن شخص تھا اس کے حوالہ سے کلام روایت ابی البختری کے تحت گزر چکا ہے۔ نیز بدعت ظلماء کے حوالہ سے بھی تفصیل وہیں پر گزری ہے۔ اس کا محمل بھی بیان ہو چکا ہے کہ منع کی بنیاد تسبیح وتہلیل اور تحمید نہ تھی بلکہ تفرقہ بازی کی خرابی پر مشتمل حلقہ بندی تھی۔ مزید سنئے۔

اس میں حماد بن سلمہ ہیں جو عطاء بن السائب سے روایت کررہے ہیں اور روایت ابوالبختری کی ابحاث میں ہم باحوالہ لکھ آئے ہیں کہ حماد کی وہ روایات مختلف فیہ ہیں۔ اسی بناء پر امام ابن سعد فرماتے ہیں:” **کان ثقة کثیر الحدیث وربما حدث بالحدیث المنکر** “ یعنی ثقہ ہیں کثیر الحدیث بھی مگر بعض اوقات منکر حدیثیں لاتے ہیں نیز امام بیہقی نے فرمایا: ” **احد ائمة المسلمین الا انه لما کبر ساء حفظه فلذا ترکه البخاری** “ یعنی ائمۃ المسلمین میں سے ایک ہیں الاّ اینکہ جب یہ سن رسیدہ ہوئے تو ان کا حافظہ خراب ہوگیا تھا فلہٰذا امام بخاری نے ان سے روایت لینا ترک کردیا تھا۔

﴿تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۳، ۱۴﴾

نیز اس کا مرکزی راوی ابوعبدالرحمٰن السلمی (عبداللہ بن حبیب بن ربیعہ الکوفی القاری) ہے جو اگرچہ ثقہ ہیں مگر حضرت ابن مسعود سے ان کا سماع مختلف فیہ ہے۔ التاریخ الکبیر میں ہے ” **سمع علیا و عثمان و چب مسعود** “ واقدی نے کہا ” **شهد مع علی صغین ثم صار عثمانیا و کان من اصحاب المسعود** “۔ لیکن حجاج بن محمد نے اما شعبہ کے حوالہ سے کہا:” **لم یسمع ابن مسعود** “ کہ ان کا حضرت ابن مسعود سے سماع ثابت نہیں۔

﴿تہذیب التہذیب ج ۵ص ۱۶۱﴾

بناء بریں یہ روایت مختلف فیہ اور منکر ہونے کے علاوہ منقطع بھی ہے جواز اقسام ضعیف ہے۔

متابعت عمرو بن سلمه از اسود بن هلال سے جواب

نیز طبرانی ﴿ج ۹، ۱۲۸، ۸۶۳۹﴾ میں ہے: ”حدثنا علی بن عبدالعزیز ثنا ابو غسان مالک بن اسمٰعیل ثنااسرائیل عن اشعث بن ابی الشعثاء عن الاسود بن هلال عن عبد الله قال ذکروا له رجلا یقص فجاء فجلس القوم فسمعته یقول سبحٰن الله کذا و کذا فلما سمع ذالک قام فقال الا تسمعو ا فلما نظروا الیه قال انکم لاهدی من محمد ﷺ اصحابه انکم لتمسکون بطرف ضلالة“ اھ

اقول

علی بن عبدالعزیز پر کلام گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے۔ مزید سنیئے:۔

اسرائیل (بن یونس بن ابی اسحٰق السبیعی) کے بارے میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے یعقوب نے کہا ”فی حدیثه لین“ اس کی روایت میں سقم ہے۔ ابن سعد نے کہا ”منهم من یستضعفه“ بعض نے اس کو ضعیف کیا ہے۔ امام ابن المدینی نے فرمایا ”ضعیف“ کہ یہ ضعیف ہے۔ عبدالرحمٰن بن مہدی سے منقول ہے ”لص یسرق الحدیث“ کچھ مال کے چور ہوتے ہیں یہ ایسا چور ہے جو حدیثیں چراتا تھا۔ اسی میں ہے ”اطلق ابن حزم ضعف اسرائیل“ ابن حزم نے اسرائیل کو علی الاطلاق ضعیف قرار دیا ہے۔ ﴿تہذیب التہذیب ج ۱ص ۲۲۹ تا ۲۳۰﴾

اس سے قطع نظر اس میں اس محفلِ ذکر کا کوئی ذکر نہیں ہے جسے گکھڑوی دارمی کے حوالہ سے لائے ہیں بلکہ ایک واعظ کا ذکر ہے جو حاضرین سے سبحٰن اللہ سبحٰن اللہ کہلواتا تھا یہ اگر ناجائز ہے تو گکھڑوی اسے اپنی جماعت کے خطباء کے لئے نسخہ کیمیا کے طور پر استعمال میں لائیں۔ طبرانی میں ”فسمعته یقول“ واقع ہے جبکہ صحیح ”فسمعه یقول“ ہے۔

عطاء بن السائب سے جواب

مصنف عبدالرزاق ﴿ج ۳، ۲۲۲، ۵۴۱۰﴾ میں ہے: ”عبدالرزاق عن معمرعن عطاء بن السائب قال سمع ابن مسعود بقوم یخرجون الی البریة معهم قاص یقول سبّحو ا ثم قال انا عبدالله و لقد فضلتم اصحاب محمد ﷺ علماًاو لقد جئتم ببدعةظلماء وان تکونوا قد اخذتم بطریقتهم فقد سبقو ا سبقاًبعیدا وان تکونوا خالفتموهم فقد ضللتم ضلالا بعیداً علی ماتعدون امر الله . اھ

اقول:۔ اس میں اس محفل کا کچھ ذکر نہیں ہے جو گکھڑوی کی پیش کردہ روایت دارمی میں مذکور ہے بلکہ اس میں بھی ایک

واعظ کا ذکر ہے جو اپنے سامعین سے سبحٰن اللہ کہلواتا تھا پس یہ بھی گکھڑوی جماعت کے خلاف ہے کیونکہ وہ خود ہی اسکے مرتکب ہیں (کما قد مرّقبل ذٰلک اٰنفاً) مزید عرض ہے کہ امام عبدالرزاق پر خود گکھڑوی کو اعتماد نہیں۔ان کی تنقید متین سے ان کی عبارت کچھ پہلے لکھی جا چکی ہے علاوہ ازیں یہ روایت معمر نے عطاء بن السائب سے لی ہے جو کوفی ہیں جب کہ حسب تصریح ائمہ شان اہل کوفہ اور اہل بصرہ سے ان کی روایت غیر مستقیم ہوتی ہے چناچہ امام ابن حجر، معمر (بن راشد البصری) کے ترجمہ میں نقل فرماتے ہیں "اذا حدثک معمر عن العراقین مخالفه الاعن الزهری و ابن طاووس فان حدیثه عنهما مستقیم فاما اهل الكوفه و اهل البصرة فلا" یعنی عراقیوں خصوصاً اہل کوفہ اور اہل بصرہ سے معمر کی روایت پر مت اعتماد کرو زہری اور ابن طاووس کی روایتیں اس حکم سے مستثنٰی ہیں۔

ملاحظہ ہو۔﴿تہذیب التہذیب ج ۱۰ص ۲۱۹ نیز ج ۷، ۱۸۳ ترجمہ عطاء بن السائب﴾

بعض دیگر روایات سے جواب

(۱) طبرانی (ج ۹، ۱۲۷، ۸۶۳۴) میں ہے:" حدثنا محمد بن النضر الازدی ثنا معاویة بن عمرو ثنا زهیر عن ابی اسحق عن ابی الاحوص عن عبدالله قال لا تملکواالناس فیملو ا الذکر " یعنی حضرت ابن مسعود نے فرمایا: لوگوں کو اکتاہٹ میں مت ڈالو ورنہ وہ ذکر سے اکتا جائیں گے۔

(۲) نیز اسی میں اسی صفحہ پر (۸۶۳۵ پر) ہے: حدثنا اسحق بن ابراهیم أنا الدبری أنا عبدالرزاق أنا معمر عن الاعمش عن ابن مسعود مربرجل یذکر قو ما فقالیا مذکر لا تقنط الناس یعنی حضرت ابن مسعود کا ایک شخص پر گزر ہوا جو لوگوں کو وعظ کر رہا تھا آپ نے اس سے فرمایا واعظ صاحب! لوگوں کو اکتاہٹ میں مت ڈالو۔

(۳) نیز اسی میں ۱۲۷، ۱۲۸ پر (۸۶۳۷ پر) ہے:"حدثنا احمد بن الزهیر التستری ثنا ابراهیم بسطام ثنا ابو احمد الزبیری ثنا شریک عن اسحق عن عمرو بن زرارة قال وقف علی عبدالله وانا اقص فی المسجد فقال یا عمر لقد ابتدعتم بدعةضلالة او انکم لأهدی من محمد ﷺ و اصحابه ولقد رأیتهم تفرقوا عنی حتی رأیت مکانی ما فیه احد " یعنی عمرو بن زرارۃ نے کہا میں مسجد میں لوگوں کو وعظ کر رہا تھا حضرت ابن مسعود نے میرے پاس آ کر مجھے فرمایا: عمرو! تم نے بدعت ضلالہ کا ارتکاب کیا ہے یا پھر تم حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ سے زیادہ ہدایت پر ہو۔عمرو کہتے ہیں اس پر میں نے لوگوں کو دیکھا وہ مجھ سے ایک ایک کر کے الگ ہو گئے یہاں تک میں اپنی جگہ اکیلا رہ گیا۔

(۴) اسی میں (۱۲۸ اور ۸۶۳۸ پر): حدثنا الحسین بن اسحق التستری ثنا علی نصر ثنا عبدالله بن دائود

ثنا علی بن صالح عن ابی اسحق عن عبداللہ بن اعز قال بلغ ابن مسعود ان عمرو بن زرارۃ مع اصحاب لہ یذکرھم فأتا ھم عبداللہ فقال انتم اھدٰی ام ا صحاب محمد ﷺ انکم متمسکون بطرف ضلالۃ'' یعنی عبداللہ بن اعز نے کہا کہ حضرت ابن مسعود کو یہ خبر پہنچی کہ عمرو بن زرارہ اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے انہیں وعظ کر رہا ہے آپ نے ان کے ہاں تشریف فرما ہو کر ان سے فرمایا: تم زیادہ ہدایت والے ہو یا حضو ﷺ کے اصحاب؟ بلا شبہ تم گمراہی کے کنارے سے چمٹے ہو۔

اقول

ان روایات کی اسناد پر کلام سے قطع نظر ان میں سے کسی میں بھی گکھڑوی کی پیش کردہ روایت میں دارمی والا مضمون نہیں ہے بلکہ ان میں ایک واعظ کی تقریب وعظ کا ذکر ہے جسے گکھڑوی بھی بدعت مذمومہ نہیں سمجھتے بلکہ ان کی پوری جماعت اس کی مرتکب ہے۔ ہمارے نزدیک ان کا جو صحیح محمل ہے وہ ہم روایت دارمی کی توجیہ کے بیان کے ضمن میں مفصل بیان کر آئے ہیں کہ یہ تقریب ایک شرعی قباحت پر مشتمل تھی۔ خلاصہ یہ کہ روایت دارمی کی طرح اس سلسلہ کی دیگر روایات میں سے کوئی بھی روایت صحیح ثابت نہیں بلکہ ان کی اسناد پر سخت کلام ہے۔ اب ان روایات کے بارے میں تیسرا اور آخری جواب پڑھئے۔

جواب ۳ ﴿بر تقدیر تسلیم بھی روایات معنوی اعتبار سے صحیح نہیں ہیں﴾

اس سبب سے قطع نظر اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ روایات، مجموعی حیثیت سے حسن یا فرض کیجیے انہیں صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی معنوی اعتبار سے یہ قطعی طور پر واجب الرد ہیں کیونکہ ان کا مضمون (حسب ظاہر) دلائل قطعیہ (قرآنی آیات نیز احادیث متواتر اور کم از کم مستفیضہ و مشہورہ) کے خلاف ہے۔ بالفاظ دیگر جو امر شرعاً مطلوب، محمود اور مرغوب ہے، اسے یہ مکروہ، مذموم اور ممنوع بتا رہی ہے جن کی مفصل با حوالہ بحث روایت دارمی کے جواب کے ضمن میں گزر چکی ہے فمن شاء الاطلاع علیہ فلیرجع الیہ۔ نیز یہ روایت ان احادیث کثیرہ کے خلاف ہے جن سے ھیئت کذائیہ کا جواز و استحباب واضح ہے۔ تفصیل حدیث خیر القرون کی بحث میں گزر چکی ہیں۔

علّامہ ابن ملقن سے ان روایات کی توجیہ

اس بحث کو ہم اس پر مکمل کرتے ہیں کہ ان روایات کو ان کے ظاہر پر نہ رکھتے ہوئے نصوص شرعیہ کے عموم و اطلاق پر کاربند رہنے کی توجیہ میں بفضلہ تعالیٰ ہم متفرد نہیں بلکہ یہ امر علماء سلف سے بھی ثابت ہے گو تعبیر و توجیہ مختلف ہو جو کسی طرح کچھ مضر نہیں۔ چنانچہ مشہور محدث و فقیہ و مصنف علامہ ابن الملقن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب الاعلام ﴿ج ۲، ۴۰۴﴾ میں

اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:''وتجاب علیٰ تقدیر ثبوت ذٰلک عنهم انه محمول علیٰ انه لم تبلغهم الا حادیث الخاصة فیه او انه اقترن نه امر من زیادة او ترک واجب شرعی او استدراج بذٰلک الی المفاسد علموها و الافا لاحادیث الصحیحة ثابتة بالامر با لذکر فرادیٰ و مجتمعین والحث علیه'' یعنی پہلے تو یہ روایات ثابت نہیں ہیں اگر ثابت مان لی جائیں تو جواب یہ ہے کہ یا تو انہیں اس سلسلہ کی احادیث نہیں پہنچی تھیں یا پھر یہ کہ ان لوگوں نے کسی امر کا اس میں خانہ ساز اضافہ کیا تھا یا ان لوگوں نے ایسی کوئی چیز ترک کردی تھی جس کا کرنا شرعاً ضروری تھا یا انہوں نے کسی شرعی قباحت کا ارتکاب کیا تھا ورنہ انفراداً و اجتماعاً ہر طرح سے ذکر الٰہی کا مأمور اور مطلوب و مرغوب بکثرت صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔

ملاحظہ ہو۔﴿احکام الاحکام للعلامۃ ابن دقیق العید ۲۵۵، حاشیہ ۳ طبع دار ابن حزم بیروت﴾

نوٹ:۔امام علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اس سلسلہ کی عبارت آئندہ سطور میں مناسب مقام پر آرہی ہیں۔

و الحمد لله رب العالمین والصلوة و السلام علیٰ سیّد المرسلین مولانا محمد و علیٰ اٰله و صحبهٖ و تبعهٖ و علینا مههم اجمعین ط

روایت دارمی کے تائیدی حوالہ جات کا رد

مجالس الابرار کے حوالہ سے جواب

گکھڑوی اپنی پیش کردہ روایت دارمی کو تقویت دینے کی غرض سے پہلی دلیل کے طور پر لکھتے ہیں:''علامہ قاضی ابراہیم صاحب حضرت ابن مسعود کی ایک روایت کو ان الفاظ سے نقل کرتے ہیں:انا عبدالله بن مسعود فو الذی وحده لا شریک له کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم نے یہ نہایت تاریک اور سیاہ بدعت ایجاد کی ہے، یا کیا تم علم میں نبی کریم ﷺ کے صحابہ سے بڑھ گئے ہو۔﴿مجالس الابرار ۱۳۳﴾ ملاحظہ ہو۔ ﴿راہ سنت ۱۲۳﴾

الجواب

مجالس الابرار ایسی غیر معتبر کتاب ہے کہ جس کے مؤلف کا آج تک صحیح پتہ نہیں چل سکا وہ مجہول الحال کیا مجہول العین شخص ہے جس کا گکھڑوی کے بزرگوں کو بھی علم نہیں ہوسکا بلکہ ان کا اور خود گکھڑوی کا بھی اس میں خاصا اختلاف ہے پھر یہ ملاوٹی کتاب ہے یا پھر وہ فلسفۂ بدعت میں مولوی ابن تیمیہ کا پیروکار ہے پس وہ ہم پر کیونکہ حجت ہوسکتی ہے۔علاوہ ازیں ماضی میں ہمارے مسلک کے کئی ذمہ دار علماء اس سے اظہار لاتعلقی فرما چکے ہیں جیسے اعلیٰ حضرت کے والد ماجد اپنی کتاب اصول الرشاد نیز اذاقۃ الاثام میں اور خود اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ میں۔اس سب کی مکمل با حوالہ تفصیل گذشتہ

اوراق میں گزر چکی ہے۔ پھر گکھڑوی کے علامہ قاضی مجہول نے بھی اس روایت کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا تاکہ اس کی سند کو دیکھا جا سکے بہت جستجو کے باوجود ان الفاظ سے ہمیں یہ روایت مجالس الابرار کے سوا کہیں نہیں مل پائی۔ گکھڑوی نے بھی ''ایک روایت'' کہہ کر حوالہ کی ذمہ داری سے خود کو بچانے کی کوشش کی جو ان کی چابکدستی پر مبنی ہے کیونکہ اس س سے قبل اس کے پس منظر کے طور پر اس میں مخصوص تعداد میں تکبیر اور تسبیح و تحمید کے پڑھوانے کا ذکر بھی ہے۔ ملاحظہ ہو۔﴿مجالس الابرار ۱۶۵ مترجم اردو طبع کراچی﴾

جب کہ حدیث کی کسی بھی باسند کتاب میں یہ روایت اس انداز سے موجود نہیں، گکھڑوی میں اگر ذرہ بھر بھی صداقت، ہمت اور جرأت ہے تو اس کا بعینہٖ ثبوت مہیا کریں اور تسلی بخش جواب پائیں لیکن ہم بڑے وثوق سے عرض کرتے ہیں کہ وہ حسب بالا اس کا ثبوت نہیں لا سکتے۔

فھل من مبارز؟ ہمیں گوئی و ہمیں میداں۔ دیدہ باید۔

تعجب ہے گکھڑوی نہ ماننے پر آئیں تو احادیث صحیحہ کو بھی ردّ کر دیں اور ماننے کی ٹھان لیں تو بے سروپا روایات کو بھی حجت و سند بنائیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ روایت ہذا کے مختلف طرق سے من مانے جملے لے کر کچھ ترمیم و اضافہ کے ساتھ اسے لایا گیا ہو اس تقدیر پر اس کی کچھ زمین دارمی، کچھ طبرانی اور کچھ مصنف عبدالرزاق ہی ہوسکتی ہے چونکہ یہی اس کے ماٰخذ ہیں جن پر مکمل نظر کر کے ہم نے اصول روایت و درایت سے ہی ثابت اور واضح کر دیا ہے کہ گکھڑوی مئوقف کی تائید میں اس روایت کا کوئی طریق بھی کلام اور سقم سے خالی نہیں جب کہ ''فوا لذی لا الہٰ غیرہ'' نیز '' فقتم'' کے الفاظ کا وجود ان کتب میں کہیں بھی نہیں ہے۔ علاوہ بریں بر تقدیر تسلیم ہم نے ٹھوس دلائل لے حوالہ سے اس کا صحیح محمل بھی بیان کر دیا ہے ادھر ملاحظہ کیا جائے اس سے قطع نظر اسی مجالس الابرار (۱۶۴) میں بدعت کی تعریف میں لکھا ہے:

'' زمانۂ صحابہ کے بعد شارع علیہ السلام کی قولی یا فعلی یا صریحی یا اشارۃً اجازت کے بغیر دین میں کچھ گھٹانا بڑھانا'' جو گکھڑوی کے خلاف ہے کیونکہ ایک تو اس میں سید عالم ﷺ کو ''شارع علیہ السلام'' کہا گیا ہے جس سے گکھڑوی کو سخت ناراضگی ہے مکمل بحث ''مصباح سنت'' حصہ میں گزر چکی ہے۔ پس جب صاحب مجالس آپ ﷺ کو ''شارع'' کہہ کر حسب فتویٰ گکھڑوی مسلمان ہی نہیں رہا تو مشرک کو اپنا پیشوا ماننا یا اسے معتمد مان کر اس سے استناد کرنا بذات خود مشرک ہونا نہیں تو اور کیا ہے؟ نیز مجالس الابرار کی اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ جب کسی امر کی اجازت آپ ﷺ سے قولاً یا فعلاً پھر صراحۃً یا اشارۃً ثابت ہو تو اس پر عمل پیرا ہونا نیز اس کی ہیئت کذائیہ بدعت سیئہ نہیں اور نہ ہی یہ دین میں اضافہ ہے نہ ترمیم۔ ورنہ ''اجازت کے بغیر دین میں کچھ گھٹانا'' کا کیا مطلب ہوگا؟ اس سے بھی واضح طور پر کچھ آگے چل کر روایت

ابن مسعود پیش کرنے کے بعد لکھا ہے

''بعض باتیں جو صحابہ کرام کے بعد پیدا ہوئیں ہیں حسنہ ہیں۔ یہ باتیں بھی بدعت حسنہ ہیں مثلاً مدرسے اور خانقاہیں اور سرائیں بنانی۔اسی طرح کی اور مفید چیزیں کو صحابی کے زمانہ میں نہ تھیں کیوں کہ اس کا جواب تو یہ دیا جائے گا کہ جس چیز کا حسن ،شریعت کے صحیح دلائل سے ثابت ہو وہ اول تو بدعت ہی نہیں ہے اور اس صورت میں عام کا عموم۔۔۔۔حدیثوں میں علی حالہ باقی رہے گا۔ یا اس عام سے مخصوص ہو جائے گا اور جو عام کہ اس سے کوئی فرد خاص ہو جائے وہ اس فرد خاص کے سوا باوی کے لئے دلیل ہوتا ہے۔ملاحظہ ہو۔﴿مجالس الابرار ۲۶۵﴾

اقول

عبارت ہذا کا ایک ایک لفظ گکھڑوی موقف کا ردّ بلیغ ہے اور خود صاحب مجالس کا بھی کہ جس امر کو بدعت سیئہ قرار دینے کے لئے انہوں نے سارے پاپڑ بیلے تھے خدا کے کرنے سے انہوں نے اسی کو ہی صحیح اور مطابق سنت کہنا شروع کر دیا ۔ بالفاظ دیگر دوہرے معیار کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ ''میٹھا ہپ اور کڑ وا تھو'' کے ڈگر پر چل گئے۔ **کذٰلک العذاب و لعذاب الأخرة اکبر لو کانوا یعلمون۔**

حوالہ ابن دقیق العید سے جواب

گکھڑوی نے اس مقام پر اپنی پیش کردہ روایت دارمی کی تائید اور تقویت کی غرض سے مزید لکھا ہے :۔''اور شیخ الاسلام ابن دقیق ان کی ایک روایت کو ان الفاظ سے نقل کرتے ہیں: **فقال اذا رأتموه فأخبرونی قال فأخبروه فأتاه ابن مسعود متقنعاً فقال من عرفنی فقدو من لم یعرفنی فأنا عبدالله بن مسعود تعلمون انکم لأهدٰی من محمد ﷺ و اصحابه (الیٰ ان قال) لقد جئتم ببدعة عظمٰی او لقد فضلتم اصحاب محمد ﷺ علماء. فهٰذا ابن مسعود انکر هٰذا الفعل مع امکان ادراجه تحت عموم فضیلة الذکر ''**

فرمایا حضرت عبداللہ بن مسعود نے جب تم اس کو دیکھو تو مجھے اطلاع دو۔ راوی کہتا ہے کہ ان کو اطلاع دی گئی وہ موقع پر پہنچے اور وہ سر پر کپڑا اوڑھے ہوئے تھے۔فرمایا مجھ کو جو جانتا ہے جانتا ہے اور جو نہیں جانتا تو میں بتا دیتا ہوں کہ میں عبداللہ بن مسعود ہوں۔تم جانتے ہو کہ تم آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے زیادہ ہدایت پر ہو۔(العیاذ باللہ) پھر فرمایا تم نے ایک بہت بڑی بدعت ایجاد کی ہے یا تم آنحضرت ﷺ کے اصحاب پر علم میں فضیلت حاصل کر چکے ہو؟ حضرت عبداللہ بن مسعود نے مخصوص ہیئت اور کیفیت کے ساتھ اس فعل کا انکار کیا ہے حالانکہ فضیلت ذکر کے عام دلائل کے تحت اس کا ادراج ممکن تھا۔

﴿احکام الاحکام ج ا ص ۵۲ ﴾ اھ بلفظہ ملاحظہ ہو۔﴿ راہِ سنّت ص ۱۲۴ ﴾

الجواب

آغاز باب میں گکھڑوی کی پیش کردہ ان کی ایک عبارت کے جواب ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ علامہ دقیق العید کی یہ کتاب ان کی مستقل تصنیف یا تالیف نہیں بلکہ ان کی املاءات کا مجموعہ ہے بالفاظ دیگر یہ ان کی تقریرات وملفوظات ہیں جنہیں ان کے ایک تلمیذ نے مرتب کر کے ان کے نام سے جاری کیا جب کہ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ ایسے مجموعوں میں زیادہ تر مرتّبین کی فہم کا دخل ہوتا ہے تو عین ممکن ہے یہ حصہ بھی مرتب کی فہم کی نذر ہو گیا ہے الغرض یہ کتاب مسوس یا کم ازکم مشکوک ہے نیز یہ کہ عبارت گکھڑوی کے مقرر کردہ معیار دلائل سے ہٹ کر ہے کہ یہ نہ قرآن کی آیت ہے نہ حدیث نبوی نہ اجماعی امر نہ امام اعظم کا قول ہے بلکہ ابن دقیق العید تو حنفی عالم بھی نہیں وہ شافعی مالکی یا مالکی شافعی ہیں جن کے اپنے اصول ہیں جب کہ بر تقدیر تسلیم اس مسئلہ میں ان کا یہ مئوقف خود ان کے اپنے محققین مذہب کے بھی خلاف ہے یہ سب تفصیل وہاں دیکھیں۔علاوہ ازیں ابھی کچھ پہلے ہم ایک شافعی عالم ومحقق علامہ ابن الملقن کی عبارت لکھ آئے ہیں۔جس میں انہوں نے عموم واطلاق نصوص سے استدلال کی تائید کرتے ہوئے ابن دقیق العید وامثالہم کا ردّ بلیغ فرمایا ہے اور روایت ابن مسعود (مبحث فیھا) کو غیر صحیح اور بر تقدیر تسلیم اسے مئوول قرار دیا ہے۔اور اس عبارت کو احکام کے حاشیے میں ایک دیوبندی خیال محشی نے بھی برقرار رکھا ہے ملاحظہ ہو۔(۳۱،۲۵۵)۔

علاوہ ازیں علامہ ابن دقیق العید کی پیش کردہ اس روایت کے شروع میں یہ الفاظ ہیں: ”**ذکر لابن مسعود قاصّ یجلس باللیل و یقول للناس قولو ا کذا و قولو ا کذا**“ جنہیں گکھڑوی نے نقل نہیں کیا۔اس میں محفلِ ذکر کا بیان ہے ہی نہیں بلکہ ایک واعظ کے وعظ کا ذکر ہے جس میں وہ سامعین سے کچھ کہلواتا تھا اور دوسری روایت سے ہم ثابت کر آئے ہیں کہ وہ ”سبحٰن اللّٰہ“ کہلواتا تھا جس سے علامہ کی تقریب تام ہے نہ وہ گکھڑوی کے لئے مفید مدعا ہے نیز یہ بھی ہم ثابت کر آئے ہیں کہ منع کی وجہ ذکر نہ تھا بلکہ تفرقہ کی بنیاد ہونے کے باعث حلقہ جات تھے، یہ بھی ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ بر تقدیر تسلیم اصول روایت کے مطابق تو وہ غیر صحیح ہے ہی، اصول درایت کی رو سے بھی نہایت درجہ غلط ہے کہ وہ قطعی دلائل کے خلاف ہے۔علاوہ بریں علامہ موصوف نے اس روایت کے نقل کرنے سے پہلے (شروع میں) اس کا مأخذ بھی بتا دیا ہے چنانچہ ان کے لفظ ہیں **اخرجہ الطبرانی فی معجمہ بسندہ من قیس بن حازم**“ یعنی اسے طبرانی نے اپنی سند سے اپنی معجم میں روایت کیا ہے جسے گکھڑوی نے نقل نہیں کیا۔ملاحظہ ہو ﴿احکام الاحکام ۲۵۵﴾

اور ہم ”مزعومہ متابعات سے جواب“ کے زیر عنوان با حوالہ لکھ آئیں ہیں کہ طبرانی کی سند اس طرح ہے: ”**حدثنا**

اسحٰق بن ابراھیم عن عبدالرزاق عن ابن عیینه عن بیان عن قیس الخ'' یہ بھی مدلل لکھ آئیں ہے کہ علامہ رجال شمس ذہبی نے تصریح کی ہے کہ اسحٰق بن ابراہیم (الدبری) امام عبدالرزاق سے ''احادیث منکرہ'' روایت کرتا ہے۔ نیز یہ کہ امام عبدالرزاق کو خود گکھڑوی نے بے اعتماد۔ ان کی مصنف کو طبقۂ ثالثہ سے اوراس کی احادیث کو ''خلاف قرآن''، ''خلاف اجماع''، ''اور موضوع تک'' کہا ہے۔ اور یہ حدیث بھی مصنف ہی کی ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ یہ روایت بے بنیاد ہے پس جب بنیاد ہی نہ رہی تو اس کے سہارے قائم کی گئی علامہ ابن دقیق العید پھر گکھڑوی کے استدلال کی پوری عمارت ہی زمین بوس ہوگئی۔ و هو المقصود

علاوہ ازیں عموم واطلاق نصوص سے استدلال کا صحیح، درست اور مسلم ہونا خصوصیت کے ساتھ محققین احناف کا متفقہ مذہب ہے جیسا کہ ہم اس حصہ میں مسلّم الثبوت للفاضل محبّ اللہ البہاری نیز فتح القدیر والتحریر للمحقق علی الاطلاق ابن الہمام سے ثابت کر آئے ہیں پس احکام کی یہ عبارت، ائمہ احناف کے خلاف ہے جب کہ گکھڑوی راہ سنت کے شروع میں اس امر کو اپنی کتاب کے لئے اصول موضوعہ شمار کر آئے ہیں کہ احناف کے خلاف کوئی بھی عبارت قابل قبول نہ ہوگی لہٰذا گکھڑوی کی پیش کردہ یہ عبارت خود ان کی تحریر کی رو سے واجب الرد ہوئی۔ نیز گکھڑوی کی انتہائی معتبر علیہ کتاب مجالس الابرار میں عموم واطلاق نصوص سے استدلال کو صحیح قرار دیا ہے جس کی عبارت ہم نے اس سے پہلے والے عنوان کے تحت پیش کردی ہے پس گکھڑوی کا واویلا ہر طرح سے غلط ہو گیا۔ و الحمدلله تعالیٰ علیٰ ذٰلک

گکھڑوی وجہ استدلال سے جواب

گکھڑوی نے روایت ابن مسعود سے اپنی وجہ استدلال کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:۔ ''حضرت عبداللہ بن مسعود کا مطلب اس سے صرف یہی تھا کہ اگرچہ تکبیر و تہلیل اور تسبیح وتحمید کی بہت کچھ فضیلتیں وارد ہوئی ہیں اور وہ محبوب ترین ذکر ہے لیکن اس کا یہ خاص طرز وطریقہ جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ کرام کا بتا ہوا نہیں ہے بلکہ یہ خود تمہارا ایجاد کردہ ہے لہٰذا یہ بدعت ضلالت بھی ہے اور گمراہی بھی ہے بدعت عظمٰی بھی ہے اور ظلماء بھی اور بقول امام دقیق العید اس مخصوص کیفیت کو حضرت عبداللہ بن مسعود نے فضیلت ذکر کی عام دلیلوں کے نیچے داخل نہیں کیا ہے'' اھ بلفظہ۔

ملاحظہ ہو ﴿راہ سنت ۱۲۴﴾

الجواب

بفضلہٖ تعالیٰ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ روایت اصول روایت ودرایت کی رو سے کسی طرح صحیح ثابت نہیں ہے اور بفرض تسلیم صحت وثبوت منع کی بنیاد ہیئت کذائیہ نہیں بلکہ تفرقہ کا سبب بننے والے حلقہ جات تھے۔ پس جب وہ سرے سے

ثابت ہی نہیں ہے تو ابن دقیق العید پھر گکھڑوی کا اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا خود بخود غلط ہو گیا کہ ''اس مخصوص کیفیت کو حضرت عبداللہ بن مسعود نے فضیلت ذکر کی عام دلیلوں کے نیچے داخل نہیں کیا'' جب کہ آپ عموم واطلاق نصوص سے استدلال کے جواز نیز ھیئت کذائیہ کے بدعت حسنہ نہ ہونے کے قائل بھی تھے جس کے حوالہ جات روایت دارمی کے جواب کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔البتہ خدا کے کرنے سے گکھڑوی نے نہایت صاف اور غیر مبہم الفاظ میں یہ مان لیا ہے کہ ''تکبیر وتہلیل اور تسبیح وتحمید کی بہت کچھ فضیلتیں وارد ہوئی ہیں اور وہ محبوب ترین ذکر ہے''۔

''بہت کچھ'' اور ''فضیلتیں'' کے لفظ بتا رہے ہیں کہ اس سلسلہ کی احادیث مستفیض اور مشہور بلکہ متواتر ہیں۔پس جو امر اس قدر فرامین مبارکہ سے ثابت اور محبوب ترین تھا حضرت عبداللہ بن مسعود اسے کیسے ناپسند کر سکتے اور کیوں کر منع کر سکتے تھے۔اس طرح سے تو گکھڑوی نے (خاکم بدہن) حضرت ابن مسعود کو ان احادیث مقدسہ کا منکر بنا کر پیش کر دیا ہے ﴿العیاذ باللہ تعالیٰ﴾ لہٰذا عبادات مطلقہ وعامہ امر کو ناجائز ممنوع اور بدعت سیئہ کہنا ان کے الفاظ میں بذات خود ''بدعت ضلالت بھی ہے اور گمراہی بھی بدعت عظمیٰ بھی ہے اور بدعت ظلماء بھی'' کہ **کل دعوی بلا دلیل لا یسمع** کے لئے اوقات وکیفیات کی تعیین عرفی نیز ہیئت کذائیہ کے بدعت سیّئہ ہونے کا گکھڑوی کا دعویٰ تا حال قطعی طور پر بلا دلیل ہے جو اصول وقواعد کی رو سے نا قابل قبول اور مردود ہوتا ہے۔پس گکھڑوی کا ایک شرعاً جائز مستحسن ومستحب اور خود ان کے لفظوں میں ''محبوب ترین''۔مبارک ہو کہ ''حق بہ صاحب حق بر رسید'' اور ''پہنچی خاک وہیں کہ جہاں کا خمیر تھی''۔

علامہ عبدالسمیع رحمہ اللہ کی عبارات سے مغالطات کا رد

اس سلسلہ میں گکھڑوی نے پاسبان ناموس رسالت، علامہ اہل سنت حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمہ اللہ کی بعض عبارات سے بھی مغالطے دینے کی کوشش کی ہے۔موصوف کے لفظ ہیں ''اور اس روایت کو فریق مخالف بھی تسلیم کرتا ہے'' چنانچہ مولوی عبدالسمیع رامپوری صاحب لکھتے ہیں:۔عبداللہ بن مسعود نے جہر سے ایک جماعت ذکر اللہ کرنے والوں کو دھمکایا اور ان کے فعل کو بدعت قرار دیا کتب فقہ اور حدیث میں یہ روایت مذکور ہے۔﴿انوار ساطعہ ۲۴﴾ ملاحظہ ہو۔﴿راہِ سنّت﴾

نیز ان کے لفظ ہیں:۔اور دوسری جگہ لکھتے ہیں:''اس روایت میں لفظ قاص ہے یعنی ایک آدمی قصہ گو رات کے وقت قصہ کہنے بیٹھا تھا اور درمیان قصہ گوئی کے لوگوں کو کہتا جاتا تھا کہ ایسا کہو۔یہ خبر عبداللہ بن مسعود کو پہنچی آپ وہاں تشریف لے گئے اور ان کو دھمکایا کہ تم نے یہ بدعت نکالی ہے۔واضح ہو کہ یہ انکار عروض ہیئت جدید کے سبب نہ تھا بلکہ وہ اس کا مجمع کرنا قصہ گوئی کے واسطے یہ خلاف شرع تھا گو کہ ذکر اللہ بھی کبھی کبھی درمیان میں ہوتا ہو، اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم قصہ گویوں کو جو

بے اصل قصہ بیان کرتے تھے مسجد سے نکال دیا کرتے تھے۔﴿انوار ساطعہ بلفظہ ۳۸﴾اھ بلفظہ۔ملاحظہ ہو﴿راہ سنت ۱۲۴،۱۲۵﴾

اس سے متصلاً موصوف نے لکھا ہے:''مولوی عبدالسمیع صاحب نے اصولی طور پر یہ روایت تو صحیح تسلیم کر لی ہے۔''﴿راہ سنت ۱۲۵﴾

الجواب

اس حوالہ سے عطر تحقیق حقیق وتدقیق انیق وہی ہے جو ہم نے پیش کر دیا ہے کہ روایت ہذا بجمیع الوجوہ روایۃً ودرایۃً غلط اور سخت مردود ہے کہ اس کی سند صحیح نہیں۔نیز دلائل قویہ صحیحہ سے متعارض ہے۔نیز حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے گکھڑوی مدعا کے خلاف بھی ثابت ہے۔ہیئت کذائیہ کا بنیاد ممانعت ہونا بھی ثابت نہیں بلکہ اس کے برخلاف ثابت ہے (وقد مرّ کلہ)علامہ فہامہ رحمہ اللہ پر کوئی قدغن نہیں کیونکہ انہوں نے یہاں اس پر ائمہ تطبیق (فقہاء کرام)رحمہم اللہ کے طرز پر کلام فرمایا ہے جو عموماً روایت پر جرح وقدح کا انداز اپنانے کی بجائے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بناء پر برتقدیر تسلیم ان کی وقیع ووجیہ توجیہات پیش فرماتے ہیں یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس مقام پر جرح وتعدیل سے کچھ تعرض نہیں فرمایا۔ان کے اس طرز سے ہمارے مؤقف پر بھی کوئی زد نہیں پڑتی کیونکہ ہمارا اور ان کا مدعا ایک ہے جو ہیئت کذائیہ کا وجہ ممانعت نہ ہونا ہے فرق ہے تو صرف تعبیر کا ہے۔ولا مشاحۃ فیہ

البتہ اس سے گکھڑوی کو کچھ فائدہ نہیں ہے کیونکہ انہوں نے ان کے مؤقف کی پیشگی طور پر صراحۃً نفی فرماتے ہوئے دلائل سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ روایت ھذا میں منع کی بنیاد ھیئت کذائیہ نہیں جیسا کہ ان کے الفاظ سے واضح ہے کہ''واضح ہو کہ یہ انکار عروض ہیئت جدید کے سبب نہ تھا بلکہ وہ اس کا مجمع کرنا قصہ گوئی کے واسطے یہ خلاف شرع تھا''جنہیں خود گکھڑوی نے بھی نقل کیا ہے۔زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ گکھڑوی کو ان کی توجیہ سے اتفاق نہیں ہے یا یہ کہ وہ اسے مانتے نہیں ہیں جس سے حضرت علامہ علیہ الرحمۃ کے استدلال میں کوئی سقم نہیں آتا۔علامہ نے جن امور کو بنیاد بنا کر تفصیل سے اس توجیہ کو بیان فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ (۱)عدم فعل بدعت ہونے یا عدم جواز کو مستلزم نہیں جس کے بیشمار دلائل میں سے حدیث صحیح متفق علیہ ''من احدث فی امرنا ھٰذا ما لیس منہ فھو رد''بھی ہے جس میں احداث فی الدین کے ردّ ہونے کو ''مالیس منہ'' سے مقید فرمایا گیا ہے اور قائدہ مسلّمہ ہے کہ جب کوئی حکم کسی امر مقید پر ہو تو قید کی طرف راجع ہوتا ہے پس''فھو ردّ'' کا حکم اصل احداث کی طرف نہیں بلکہ اس کی قید ''مالیس منہ'' کی جانب راجع ہوگا۔یعنی جو نئی بات مخالف ومغیر دین ہوگی وہی رد ہوگی شرح جواہر التوحید میں ہے ومن الجھلۃ من یجعل کل امر لم یکن فی

زمن الصحابة بدعت مذمومه وان لم يقم دليل على قبحه تمسكا بقوله ﷺ اياكم و محدثات الامور ولا يعلمون المراد بذلک ان يجعل فی الدين ما ليس منه. اھ

یونہی حجۃ الاسلام نے احیاء میں فرمایا۔ نیز شاہ صاحب تومسوّی مصفّٰی ۱۷۸ میں یہاں تک فرما گئے کہ دواعی و اسباب کے ہونے کے باوجود بھی ترک فعل دلیل کراہت نہیں۔

نواب قطب الدین صاحب نے بھی مظاہر الحق میں حدیث (ما احدث فی ا مرنابدعۃالارفع مثلها من السنة) کے ترجمہ میں لکھا ہے: ''نہیں نکالی کسی قوم نے بدعت یعنی جو بدعت سنت کے مزاحم ہو۔''

نیز حدیث افراق امت میں '' ما انا عليه و اصحابی '' کے الفاظ میں آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے اصول ہیں بالخصوص جزئیات مراد نہیں ورنہ مدینی مدارس بھی اسی مد میں آئیں گے اور ان کے بانیان، فی النار ہوں گے کیوں کہ وہ بہ ھیئت کذائیہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے قطعاً ثابت نہیں ہیں۔

(۲) متذکرہ تفصیل کی رو سے نیز دیگر قرائن کے حوالہ سے روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں مذکور محفل پر انکار کی وجہ اس کی ہیئت کذائیہ نہیں تھی بلکہ اس میں پائی جانے والی شرعی خرابی تھی کیونکہ اس سلسلہ کی روایتیں دو طرح کی ہیں بعض میں ہے کہ محفل ایک ''خاص'' (یعنی قصہ گو) کے زیر کنٹرول تھی چنانچہ روایت کے لفظ ہیں: ''ذكر لابن مسعود قاص يجلس بالليل و يقول للناس كذا او كذا '' رواه البطرانی بسنده عن قيس بن حازم . لفظ قاص سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ وہ قصہ گوئی کے ضمن میں ذکر کی بات کرتا تھا جو عندالاصحاب الاکرام معیوب امر تھا اسی سے حضرت ابن مسعود نے انہیں سخت سست کہا جس کی تائید حضرت شاہ ولی اللہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ ولا يذكر القصص المجازفة فان الصحابة انكروا علىٰ ذلک اشد الانكا ر و اخرجوا اولئک من المساجد و ضربوبهم اھ (القول الجمل) نیز نصاب الاحتساب کی اس عبارت سے بھی '' و القصص عندهم بدعة و كانوا يخرجون القصاص من الجامع اھ۔'' نیز غنیۃ الطالبین میں ہے '' وكان ابن عمر وغيره من الصحابه رضی الله عنه يخرجون القصاص اھ۔''

مزید یہ حسب تصریح فقہاء کرام تبلیغ احکام کے وعظ کے دوران ذکرو درود پڑھانا مستحب ہے چنانچہ فتاوٰی قاضی خان میں ہے:'' العالم اذا قال فی المجلس صلوا على النبی ﷺ فا نه يثاب علىٰ ذٰلک اذا قال كبروا ثياب عليه اھ۔''

القول الجمیل وغیرہ کی مذکورہ عبارات اسی روایت (ابن مسعود) کے مضمون کی جانب اشارہ ہے جس سے یہ یہ امر

متعین ہو جاتا ہے کہ وہ قصہ گو شخص ناپسندیدہ قصے ہی بیان کرتا تھا جسے ڈانٹا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ گکھڑوی نے اس پر کچھ کہنے کی بجائے مکمل چپ سادھ لی ہے جو اس کے جواب سے ان کے عجز کی دلیل ہے۔ جب کہ اس کے بعض طرق میں ہے کہ اس محفل میں بحد ممانعت جہر بالذکر کیا جا رہا تھا جس پر حضرت ابن مسعود نے انہیں ڈانٹا۔ اس کے علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے مناسب مقام دلائل پیش فرمائے ہیں جیسے صحیح حدیث "**اربعوا علیٰ انفسکم لاتدعون اصم ولا غائبا انه معکم سمیع قریب**"، یعنی اس قدر چیخ اور چلا کر ذکر مت کرو کہ اس سے تمہاری جانیں مشقت میں پڑ جائیں اور اس کی ضرورت ہی کیا ہے تم کسی ایسے کو یاد نہیں کر رہے جو بہرا اور غائب ہو بلکہ ایسے کا ذکر کر رہے ہو جو تمہارے ساتھ ہے سب کی برابر سنتا ہے (وغیرہ) بناء علیہ حضرت ابن مسعود کا ان لوگوں کو منع فرمانا بھی احداث ہیئت جدیدہ کے باعث نہ تھا بلکہ اس وجہ سے تھا کہ ان کے نزدیک سید عالم ﷺ کی اس سلسلہ کی احادیث کی رو سے اس طرح کا جہر ممنوع تھا۔

اس کے بعد علامہ عبدالسمیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خصوصیت کے ساتھ اپنے مرشد حاجی امداداللہ صاحب رحمہ اللہ کے مسلک سے بغاوت کرنے اور مسئلہ بدعت میں نئی راہ نکالنے والے اپنے سابقہ پیر بھائیوں (گنگوہی وغیرہ اور ان کے اتباع) پر اتمام حجت اور ظلم پر صدائے احتجاج بلند فرماتے ہوئے اس امر کی باحوالہ متعدد مثالیں پیش فرما کر بحث کو ہر طرح سے مکمل فرما دیا ہے کہ بہت سے امور بہیئت کذائیہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں مگر ان پر خود یہ مانعین بھی پابندی کے ساتھ کاربند ہیں پس اگر ان کا یہ نظریہ درست ہے تو "الابلا برگردن مُلّا" کے پیش نظر اس کا سارا وبال خود ان پر پڑ گیا اور وہ بقلم خود مبتدع قرار پائے۔ جیسے منبر پر خطبۂ عید، نماز جمعہ کی اذان ثانی، آفاقی کے لئے طواف رخصت کے بعد کعبہ شریف کے احترام کی غرض سے الٹے پاؤں چلنا اور صوفیاء کرام رحمہما اللہ کے معمولات واشتغال یعنی مختلف طریقوں سے ذکر اذکار مثلاً حبس دم، ذکر دوضربی، سہ ضربی، چہار ضربی اور اس دوران رگ کیاس کو دبا کر بیٹھنا اور تصور شیخ کرنا وغیرہ۔ (ملخصاً بمرادہ)

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ ﴿انوارِ ساطعہ ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵ طبع مجتبائی دہلی و پاکستان﴾

خلاصہ یہ کہ حضرت مولانا رامپوری امدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس معنیٰ میں روایت ہذا کی تصحیح ہرگز نہیں کی جو گکھڑوی کے نظریہ مطابق ہے (یا موصوف کے مقتدایان مذہب گنگوہی کا تھا) پس گکھڑوی آپ کی ان عبارات کو اپنا مؤید سمجھنا ان کی خوش فہمی ہے یا عمداً انہوں نے عوام کو دھوکا اور مغالطہ دینے کی غرض سے تلبیس سے کام لیا ہے البتہ اس سے گکھڑوی کا سخت عجز ضرور واضح ہو گیا ہے کیونکہ انہوں نے علامہ رامپوری علیہ الرحمۃ کے دلائل کا کوئی جواب دئے بغیر انوار ساطعہ سے کانٹ چھانٹ کر کے اور حسب پسند الفاظ لے کر اور ان کے سیاق وسباق سے ہٹا کر ان پر بے جا اور لایعنی قسم کے اعتراضات کو

بھرتی کر دیا ہے جس سے کتاب کے حجم کو بڑھانے کے سوا کچھ مقصود نہیں ورنہ انہوں نے خصوصیت کے ساتھ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ عبارات کا جواب کیوں نہیں دیا نیز ضرورت شدیدہ کے باوجود معرض بیان میں سکوت چہ معنیٰ دارد؟ باقی ذاکرین کی جماعت کو جہر بالذکر کی بنیاد پر بدعتی قرار سے کر انہیں مسجد سے باہر نکال دینے کی روایت مکمل بحث کچھ صفحات بعد آ رہی ہے سر دست اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ علامہ عبدالسمیع رحمۃ اللہ علیہ اس روایت سے بھی بر تقدیر تسلیم جواب دے رہے ہیں کیونکہ فریق مخالف اس سے بھی بڑی شد و مد سے استناد کرتا ہے حضرت علامہ نے یہاں کو نکتہ اٹھایا ہے گکھڑوی نے اسے چھوا تک نہیں جو ان کے عجز کی دلیل ہے۔ علامہ موصوف روایت ہذا کو فریق آخر کی مایۂ ناز دلیل سمجھے جانے والی حدیث " **خیر القرونی قرنی** " سے اس استدلال کے الزامی جواب کے طور لائے ہیں کہ سنت وہ ہے جو قرون ثلٰثہ میں پائی جائے یا جو کچھ ان قرون میں حادث ہو وہ سب سنت ہے جس کے آپ نے پانچ جواب دئے ہیں۔ چوتھے جواب میں آپ نے لکھا ہے: "اگر صحابہ رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کی اس حدیث سے یہ قاعدہ سمجھ جاتے تو ہرگز تین قرون تک کسی کے احداث پر انکار نہ فرماتے حالانکہ صحابہ نے اپنے زمانہ میں بہت احداثات پر انکار فرمایا ہے۔ اس حدیث خیر القرون کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود بھی ہیں **کما فی الصحیحین**، دیکھو انہوں نے جہر سے ایک جماعت ذکر اللہ کرنے والوں کو دھمکایا اور ان کے فعل کو بدعت قرار دیا۔ کتب فقہ و حدیث میں یہ روایت مذکور ہے حالانکہ وہ لوگ ان کے ہم عصر تھے یا صحابہ تھے یا تابعین۔ اگر فعل انکار اس حدیث کے موافق سنت ہوتا تو اس حدیث کے راوی عبداللہ صحابی ان کو منع فرماتے۔" اھ

﴿انوار ساطعہ ۲۵﴾

اقول

انوار ساطعہ کی مکمل عبارت سے واضح ہوا کہ گکھڑوی نے اسے پورا نقل کرنے کی بجائے اس کے محض من مانے الفاظ لے لئے ہیں جو ان کے عجز کے علاوہ سخت مجرمانہ خیانت بھی ہے، باقی تفصیلات آگے آ رہی ہیں۔

ترکی بہ ترکی جواب

ہمارے اس بیان سے گکھڑوی کی اس حوالہ سے آئندہ تمام تقریر و تبصرہ سے بھی جواب ہو گیا جس کے بعد کچھ کہنے کی اگرچہ ضرورت نہیں تاہم "ترکی بہ ترکی" کا فریضہ پورا کرتے ہوئے گزارشات سپرد قلم کی جا رہی ہیں جن میں اعتراض "قال الگکھڑوی" اور جواب "یقول السعیدی" کے عنوان سے ہوگا جو حاضر ہیں۔ **وما توفیقی الا باللہ فاقول و باللہ اصول**

قال الگکھڑوی

''مولوی عبدالسمیع صاحب نے اصولی طور یہ روایت تو صحیح تسلیم کر لی ہے ہاں البتہ اس کی یہ تاٗ ویل کی ہے کہ یہ مجلس بے اصل قصہ گوئی کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود کو پسند نہ آئی اور اس لئے انہوں نے اس کو بدعت اور ضلالت کہا۔ اور اس کا لفظ قاص ہے (ایک قصہ گو) اور ذکر اللہ کی توجیہ کی کہ ذکر ضمنی طور پر کبھی کبھی اثنائے قصہ گوئی میں ہوتا رہا مگر صاحب انوار ساطعہ کی یہ تاٗ ویل نہایت رکیک اور سراسر باطل ہے'' اھ بلفظہٖ ملاحظہ ہو﴿راہ سنت ۱۲۵﴾

یقول السعیدی

سطور بالا میں ہم نے واضح کر دیا ہے کہ حضرت علامہ عبدالسمیع رحمہ اللہ نے روایت ہذا کی صحت کو تسلیم نہیں فرمایا بلکہ بر تقدیر تسلیم صحت اس کی توجیہ پیش فرمائی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کی پوری تقریر میں اس کے متعلق آپ کے ایسے صریح الفاظ قطعاً نہیں ہیں جن سے اسے صحیح کہا گیا ہو باقی قصہ گوئی کے ساتھ ''بے اصل'' کی قید کو بھی انہوں نے بے دلیل نہیں چھوڑا بلکہ اس کے لئے انہوں نے خصوصیت کے ساتھ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب القول الجمیل سے استشہاد فرمایا ہے (عبارت گزر چکی ہے) جس کا گکھڑوی نے کوئی جواب نہیں دیا جو ان کا عجز ہے۔ پھر جب اس شخص کی ''بے اصل قصہ گوئی'' ثابت ہوگئی تو ''قولو کذا و کذا'' سے اگر ذکر مراد ہے تو اس کا ضمنی طور پر کبھی کبھی اثنائے قصہ گوئی میں ہونا خود بہ خود ثابت ہو گیا لہٰذا گکھڑوی کا اس تاٗ ویل کو ''نہایت رکیک'' اور ''سراسر باطل'' کہنا سراسر ظلم اور سخت وشدید حق پوشی اور باطل کوشی ہے گکھڑوی پھر بھی نہ مانیں تو سنیں اس کی سند میں ''اسحٰق بن ابراہیم الدبری'' ہے جو عبدالرزاق سے روایت کر رہا ہے علامہ ذہبی نے فرمایا کہ وہ عبدالرزاق سے ''احادیث منکرہ'' لاتا ہے نیز وہ صاحب حدیث بھی نہیں جب کہ عبدالرزاق کی روایتیں خود گکھڑوی کے نزدیک خلاف اجماع، خلاف قرآن اور موضوع تک ہوتی ہیں اور ان کی کتاب ''مصنف'' طبقہ ثالثہ سے ہے جس کی اکثر احادیث عندالفقہاء لائق عمل نہیں۔ باحوالہ تفصیل روایت دارمی کی بحث میں گزر چکی ہے۔

قال الگکھڑوی

(گکھڑوی نے اس کے بعد تاٗ ویل مذکور کے نہایت رکیک اور سراسر باطل ہونے کی وجوہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے) ''اوّلاً اس لئے کہ جس روایت اور روایت کے جن الفاظ سے ان کو دھوکا ہوا ہے وہ یہ ہیں: **قاص یجلس با للیل ویقول للناس قولو ا کذا و قولو ا کذا**'' کہ ایک بیان کرنے والا رات کو بیٹھ جاتا اور لوگوں سے کہتا تم یہ کہو﴿احکام الاحکام ج ا ص ۵۲﴾ یہ روایت اور اس کے الفاظ صراحت کے ساتھ اس بات کو آشکار کرتے ہیں کہ وہ قاص لوگوں ہی سے کہلواتا تھا اور ان کو طریقہ بتلاتا تھا کہ تم یہ کہو، تم یہ کہو۔ اس روایت میں کہیں اشارۃً بھی اس کا ذکر نہیں کہ وہ بے ہودہ اور لا

یعنی قصہ گوئی کرتا تھا اور درمیان میں کبھی لوگوں سے ذکر اللہ بھی کرواتا تھا بلکہ یہ ثابت ہے کہ جو کچھ وہ کہتا جاتا تھا وہی کچھ جملہ اہل مجلس کہتے جاتے تھے۔ اھ بلفظہٖ ﴿راہ سنت ۱۲۵﴾

یقول السعیدی

روایت ہذا میں اس کا کوئی ذکر نہیں کہ وہ محفل ذکر تھی بلکہ صرف یہ مذکور ہے کہ وہ مجلس وعظ تھی جس میں ایک واعظ رات کے وقت لوگوں کو بیان کرتا تھا۔ گکھڑوی خود بھی اسے ''ایک بیان کرنے والا'' لکھ کر اس کا اقرار کر گئے ہیں، نیز اس میں یہ بھی کہیں نہیں ہے کہ ''جو کچھ وہ کہتا جاتا تھا وہی کچھ اہل مجلس کہتے جاتے تھے'' ورنہ گکھڑوی اس روایت کے ان الفاظ کی نشاندہی کریں جن کا یہ ترجمہ ہو پس یہ اس روایت میں ان کا از خود اضافہ اور ملاوٹ ہے جو اہل علم کا شیوہ نہیں۔ باقی اس کی قصہ گوئی کا لایعنی ہونا نیز اس کے ضمن میں ذکر کا لانا یہ خود مضمون روایت سے واضح ہے لایعنی ہونے کی تفصیل حضرت شاہ ولی اللہ کے حوالہ سے اوپر ابھی گزری ہے۔ علاوہ ازیں اگر اس میں لایعنی اور بے ہودہ ہونے کا کوئی عنصر نہ تھا تو اس شخص کو لفظ ''قاص'' سے ذکر کرنے کا کیا مقصد ہے۔ کیا اس دور میں یہ لفظ خطبہ دینے والوں کے ساتھ مختص تھا۔ اگر ایسے ہے تو اکابر صحابہ کرام بالخصوص خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی تو خطابات فرماتے تھے بلکہ خود حضور سرور کونین ﷺ بھی لاجواب خطبات ارشاد فرماتے تھے تو یہ لفظ ان نفوس قدسیہ کے لئے کیوں نہیں استعمال کیا گیا؟ مزے کی بات یہ ہے کہ گکھڑوی کو بھی اپنی ایک اور کتاب میں اس سب کا اقرار ہے چنانچہ وہ اپنی کتاب ''حکم الذکر بالجہر'' میں لکھتے ہیں حضرت ملا علی قاری الحنفی امام حسن بصری کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ''**ان القصص بدعة**'' قصے بیان کرنے بدعت ہے ﴿موضوعات کبریٰ﴾ آگے لکھا ہے:۔ حضرت امام بصری کے ارشاد میں کن قصوں کا تذکرہ ہے ان سے بے ثبوت اور بے سروپا قصے اور خود ساختہ حکایتیں مراد ہیں جن کو عموماً واعظ اور غیر مستند لوگ بیان کرتے رہتے ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا اور ایسے ہی قصہ گو لوگوں کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ''**سیکون بعدی قصاص لاینظر اللہ الیهم**'' میرے بعد قصے بیان کرنے والے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر (شفقت) نہیں فرمائے گا ﴿الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۰۳ للسیوطی﴾ یہ روایت صحیح ہے اور ایسے قصہ گو لوگوں کو حضرات سلف صالحین مسجدوں سے نکال دیتے تھے اور ان کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے امام ۔۔۔ حنفی لکھتے ہیں: ''**کانو یخرجو ناالقصاص من المسجد ... بدعت**۔ حضرات سلف ایسے قصہ گو لوگوں کو مسجد سے نکال دیا کرتے تھے (عین الوہم ۹۴) مگر صد افسوس کہ آج کل اکثر لوگوں کو لطف ہی ان بے سروپا قصوں میں آتا ہے۔ (ملخصاً بلفظہٖ) ۱۰۹ تا ۱۱۱

پھر روایت میں لوگوں سے کہلوانے کا ذکر تو ہے مگر اس میں یہ لفظ قطعاً مذکور نہیں کہ جن کا یہ ترجمہ ہو کہ وہ ''انہیں

طریقہ بتلاتا تھا‘‘۔ یہ بھی گکھڑوی کی ایجاد بندہ ہے۔ پھر ’’کذا و کذا‘‘ اسماء کنایات سے ہے جو مبہم ہوتے ہیں۔ گکھڑوی کسی معتبر دلیل سے اس کا ابہام بھی دور نہیں کر سکے کہ وہ کہلواتا کیا تھا پس اس سے ان کی تقریب تام نہ ہوئی۔

ہم روایت دارمی کی بحث میں مصنف عبدالرزاق کے حوالہ سے لکھ آئے ہیں کہ واعظ لوگوں سے ’’سبحوا‘‘ کہتا تھا یعنی کہو سبحان اللہ۔ لیکن اس سے واقعہ کا ایک ہونا لازم نہیں آتا۔ ہوسکتا ہے کہ اس میں کسی اور واعظ کی مجلس واعظ کا ذکر ہو۔ ایک مان بھی لیا جائے تو گکھڑوی کے نزدیک امام عبدالرزاق کسی طرح لائق اعتماد نہیں۔ اب اگر وہ انہیں مان بھی لیں تو مضمون روایت خود ان کے خلاف ہو جاتا ہے کیونکہ ان کی جماعت کے بے شمار مقررین لوگوں سے سبحان اللہ سبحان اللہ اور پتہ نہیں کیا کیا کہلواتے ہیں بلکہ ان کی جماعت کے ایک معروف ذمہ دار مولانا (جو اس وقت آنجہانی ہو چکے ہیں) کا دوران بیان بات بات پر تکیہ کلام ہی یہی تھا کہ کہو سبحٰن اللہ جو اس حوالہ سے مزید مرکز توجہ بن جاتے تھے کہ وہ ’’نونیے‘‘ تھے یعنی ایک حادثہ کے باعث انکی بینی متاثر تھی جس کے ان کے کلام میں غنہ جات تھے۔ پھر طریقہ بتلانا بھی اگر جرم اور بدعت ہے تو یہ بھی خصوصیت کے ساتھ گکھڑوی کی رائیونڈی تبلیغی جماعت پر پورا پورا فٹ آتا ہے کہ وہ بھی چھوٹے بڑے اجتماعات میں لوگوں کو طریقے ہی بتلاتے اور لوگوں سے اعادہ کراتے ہیں۔

نیز یہ حقیقت تو مسخ نہیں کی جاسکتی کہ گکھڑوی جماعت کے مذہبی پروگراموں میں نعرۂ تکبیر بلند کئے جاتے ہیں جس کی شکل وصورت بعینہٖ وہی ہوتی ہے جس کی موصوف تردید فرما رہے ہیں کہ ایک کہتا ہے نعرۂ تکبیر۔ جب کہ سب حاضرین مل کر اور مساجد وغیرہا میں چیخ اور چلا کر اور گلے پھاڑ پھاڑ کر اللہ اکبر سے اجتماعی جواب دیتے ہیں اور ایسے ہی طرز پر اپنی جماعت اور مدعو خاص مقرر کے نام کے ’’زندہ باد‘‘ کے نعرے لگائے جاتے ہیں پس اس کی زد میں آتے ہیں تو پہلے نمبر پر وہ خود یا ان کی جماعت والے ہی آتے ہیں لہٰذا گکھڑوی اپنی یہ برکت اپنی جماعت ہی تک محدود رکھیں۔

اس ضمن میں گکھڑوی کی علمی پوزیشن بھی لائق دید ہے کہ وہ ’’قولوا کذا و قولوا کذا‘‘ کا ترجمہ دو مرتبہ اس طرح لکھ گئے کہ ’’تم یہ کہو اور تم یہ کہو‘‘ جو جہالت ہے کیونکہ ’’کذا‘‘ کا ترجمہ ’’یہ‘‘ صحیح نہیں کہ وہ اسم کنایہ ہے جو مقدار و عدد سے کنایہ ہوتا ہے یا بات سے کنایہ۔ بصورت اول وہ ’’اس قدر‘‘ اور ’’اتنی‘‘ یا ’’اتنے‘‘ کے معنیٰ میں آتا ہے اور بصورت ثانی ’’ایسے‘‘ اور ’’یوں‘‘ کے معنیٰ دیتا ہے۔ پس

آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں

ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

خلاصہ یہ کہ گکھڑوی نے حضرت علامہ رامپوری کی بیان کردہ تاویل کے رد میں پہلی وجہ بیان کی ہے وہ کسی طرح سے وقیع و

وجیہ نہیں بلکہ قطعی طور پر نا قابل توجہ اور سخت مردود ہے جس سے یہ بھی اظہر من الشّمس ہو گیا ہے کہ الفاظ روایت سے حضرت علامہ رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کو دھوکا نہیں ہوا بلکہ گکھڑوی نے لوگوں کو جان بوجھ کر دھوکا دیا ہے کیونکہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ روایت ہذا کے حوالہ سے یہ حقائق ان کے پیش نظر نہیں تھے ورنہ ان کے حق میں جہالت کا قول لازم آئے گا پس جو آسان ہو اسی کو اختیار فرما لیں۔ ع مصلحت بین وکار آسان کن

قال الگکھڑوی

وثانیاً ہم نے مسند دارمی کی صحیح روایت سے یہ عرض کر دیا ہے کہ وہ سو سو مرتبہ اللہ اکبر، سو سو مرتبہ لا الہ الا اللہ اور سو سو مرتبہ سبحان اللہ وغیرہ ان کو پڑھواتا تھا اور وہ اس کے پیچھے پیچھے پڑھتے جاتے تھے اور ان کا اس اجتماعی رنگ میں ذکر کرنا ہی حضرت ابن مسعود کو ناگوار گزرا اور اسی کو انہوں نے بدعت ضلالہ اور بدعت عظمٰی سے تعبیر کیا ہے۔ صاحب انوار ساطعہ کا کہنا کہ ''انکار کرنا عروض ھیئت جدید کے سبب نہ تھا'' ان کی ذاتی اختراع اور ایجاد بندہ ہے جو کسی صورت میں قابل التفات نہیں ہے۔ مسند دارمی کا بعض مضمون مکرر ملاحظہ کر لیا جائے: **فوقف علیھم فقال ما ھذا الذی اراکم تصنعون قالو ا یا ابا عبدالرحمن حصا نور به الکتکبیر و التھلیل والتسبیح قال فعدو ا سئیاتکمّ** (حدیث)
حضرت عبداللہ مسعود ان کے پاس کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ یہ کیا معاملہ ہے جو میں تم سے دیکھ رہا ہوں؟ لوگوں نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن (یہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی کنیت تھی) ہم ان سنگریزوں پر اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ شمار کرتے ہیں۔ فرمایا تو تم ان پر اپنے گناہ شمار کرو۔ ﴿مسند دارمی﴾

غور فرمایئے کہ اصل معاملہ کیا ہے؟ صاحب انوار ساطعہ کے اتباع ہی از راہ انصاف یہ فرمائیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے قصہ گوئی کو بدعت عظمٰی سے تعبیر کیا یا سنگریزوں پر تکبیر و تہلیل اور تسبیح پڑھنے کو؟ اور یہ انکار عروض ہیئت جدیدہ کی وجہ سے تھا یا قصہ گوئی کی وجہ سے؟ اور ان لوگوں نے اپنا قصور سنگریزوں اور کنکریوں پر تکبیر و تہلیل اور تسبیح پڑھنا بیان کیا ہے یا قصہ گوئی سننا؟ اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے **فعدّو اسئیاتکم** ارشاد فرما کر تکبیر و تسبیح وغیرہ کے شمار کرنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس فعل کو بدعت کہا ہے یا اس سے قصہ گوئی کا کنکریوں پر شمار کرنا مراد ہے؟ الغرض صاحب انوار ساطعہ کی یہ تاویل سراسر مردود ہے۔ حضرت ابن مسعود کا انکار صرف عروض ہیئت جدیدہ کی وجہ سے تھا۔ اس کی طرف شیخ الاسلام ابن دقیق العید نے اشارہ کیا ہے اور اسی کو قاضی ابراہیم نے **بصفة لم تکن فی زمن الصحابه** سے تعبیر کیا اور یہ بتلایا ہے کہ حضرت ابن مسعود کا انکار اس مخصوص ہیئت اور خاص کیفیت کے ساتھ اور متعین صفت کے ساتھ ذکر اللہ پر جمع ہونے کی وجہ سے تھا اور اسی کو انہوں نے بدعت ظلماء اور بدعت ضلالت فرمایا ہے۔ اھ بلفظہٖ

ملاحظہ ہو﴿راہ سنت ۱۲۵ ۱۲۶﴾

يقول السعيدى

گکھڑوی کی تقریر ہم نے پوری نقل کر دی ہے تا کہ ہمارے متعلق کسی کے دل میں یہ وسوسہ نہ ڈالا جا سکے کہ کیا خبر اس کی تمام شقوں کا مکمل جواب دیا گیا ہے یا نہیں اس لئے قارئین اعتراض و جواب کو کما حقہ بآسانی سمجھ سکیں پس جواباً عرض ہے کہ وجہ اول نیز اس سے قبل یہ امر مکمل با حوالہ تفصیل سے گزر چکا ہے کہ مبحث فیہ روایت کے حوالہ سے ''قاص'' بمعنی لا یعنی قصہ گو بھی موجہ ہے اور بلا دلیل نہیں لہٰذا صاحب انوار ساطعہ حضرت مولانا عبدالسمیع امدادی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ'' حضرت ابن مسعود کا انکار کرنا عروض ہیئت جدید کے سبب نہ تھا''، نہ کوئی ان کی ذاتی اختراع ہے اور نہ ہی ایجاد بندہ ہے بناء علیہ انکی پیش کردہ تاٴویل بے بنیاد نہیں پس گکھڑوی کا یہ کہنا کہ ''صاحب انوار ساطعہ کی یہ تاویل سراسر مردود ہے'' بذات خود فی الحقیقت واجب الرد ہے۔مزید یہ کہ علامہ عبدالسمیع نے رحمہ اللہ نے روایت دارمی سے تعرض نہیں فرمایا بلکہ ان کا تبصرہ روایت طبرانی اور عبدالرزاق کے بارے میں ہی ہے جو قیس بن حازم کے طریق سے مروی ہے جس میں ہے کہ ''قاص يجلس بالليل'' ایک قصہ گو رات میں مجلس لگاتا تھا خود گکھڑوی بھی وجہ اول میں اس کا اعتراف کر چکے ہیں لیکن وجہ ثانی میں انہوں نے اس طرح سے تقریر کی ہے کہ جو لفظ دارمی کے نہیں ہیں انہوں نے انہیں اس انداز سے پیش کیا ہے کہ جیسے وہ روایت دارمی کا حصہ ہوں چنانچہ ''بدعت ظلماء'' کے لفظ طبرانی اور عبدالرزاق کے ہیں۔'' بدعة ضلالة '' کے الفاظ طبرانی کے ہیں (تفصیل مزعومہ متابعات کے جواب میں دیکھیں) جب کہ ''بدعت عظمیٰ'' کے لفظ گکھڑوی نے خود اقرار کیا ہے کہ ابن دقیق العید کے ہیں (راہ سنت ۱۲۴) مگر احکام الاحکام کا جو نسخہ ہمارے پیش نظر ہے اس میں طبرانی کے حوالہ سے ''بدعۃ ظلماء'' ہی لکھا ہے۔ملاحظہ ہو۔﴿۲۵۵طبع﴾ بہر حال اگر گکھڑوی روایت دارمی اور روایت طبرانی کو حقیقت میں ایک ہی سمجھتے ہیں تو ''قاص'' کے قصہ گوئی کے ضمن میں ذکر کرانے سے ان کا انکار باطل ہو گیا اور اگر دونوں کو الگ الگ سمجھتے ہیں تو ان کا انہیں ایک کر کے پیش کرنا غلط ہوا۔واضح رہے کہ ''قاص'' کا قصہ قیس بن ابی حازم کے علاوہ اسود بن ھلال سے بطریق عمرو بن سلمہ، عطاء بن سائب اور عمرو بن زرارہ (جنہوں نے اپنے متعلق کہا''و انا اقص فی المسجد'' نیز عبداللہ بن اعز سے بھی مروی ہے جن میں موٴخر الذکر نے '' يذكرهم '' کے لفظ بولے باقی سب نے ''ق ص ص '' کا مادہ استعمال کیا (رواہ الطبرانی وبعضہا عبدالرزاق) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو عنوان: ''مزعومہ متابعات سے جواب''۔

رہی روایت دارمی تو ہم اس پر مفصل کلام کر کے نہایت ٹھوس اور وزنی دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ وہ روایۃً درایۃً کسی طرح صحیح ثابت نہیں ہے، ہو بھی تو اس کے کئی مندرجات خود گکھڑوی کے خصوصیت کے ساتھ ھیئت کذائیہ کے متعلق

ان کے موقف کے خلاف ہیں نیز یہ کہ منع کی بنیاد ہیئت کذائیہ نہیں ہے۔ تفصیل ادھر ملاحظہ کریں۔

اسی طرح ابن دقیق العید نیز قاضی ابراہیم (صاحب مجالس الابرار) کی عبارتوں سے بھی مفصل جواب دے چکے ہیں لیکن موصوف کسی طرح ماننے کو تیار نہیں ہیں پس ان کے اتباع ہی ان کی منت سماجت کر کے انہیں ادب سے سمجھائیں۔ رہا ان کا روایت دارمی کو صحیح قرار دینا؟ تو یہ ان کا ذاتی فیصلہ ہے جس میں ان کا سلف نہیں ہے۔ نہ مانیں تو حدیث صحیح کی مکمل مانع تعریف تاکہ منصف مزاج اہل علم اسے اس روایت کی سند اور متن پر چسپاں کر کے خود فیصلہ کرسکیں یہی وجہ ہے کہ ائمہ شان میں کسی کا فیصلہ پیش کرنے کی بجائے گکھڑوی نے انتہائی چستی کے ساتھ نقل کردہ حوالہ سے متصلاً لکھ دیا ہے ''**قلت بسند صحیح**'' جو خلاف اصول ہونے کے باعث نا قابل قبول ہے بھلا ائمہ شان کے نزدیک جس روایت کے راوی لیس بشیئ، غیر مرضی اور لص وسارق الحدیث اور حدیث کے چور ہوں تو وہ صحیح کیونکر ہوسکتی ہے اس سب کی تفصیل روایت دارمی کے جواب میں گزر چکی ہے۔ **فلیلاحظ ذلک ھناک**

گکھڑوی نے اس مقام پر نقل کردہ الفاظ روایت دارمی کے بارے میں جو یہ کہا کہ ''مسند دارمی کا بعض مضمون مکرر ملاحظہ کرلیا جائے'' لطیفہ سے کم نہیں کیونکہ پہلے بھی انہوں نے یہ روایت ادھوری نقل کی ہے بعض کی بات تو تب درست ہوتی کی جب انہوں نے اسے سابق میں مکمل نقل کیا ہوتا جب کہ نقل کردہ یہ الفاظ وہ پہلے لائے ہی نہیں پس ان کا اسے ''مکرر'' کہنا مکرر لطیفہ ہے۔

ع ''ناطقہ سربہ گریباں ہے اسے کیا کہیے''؟ پہلا مصرعہ اس طرح ہے: ع ''خامہ انگشت بدانداں ہے اسے کیا کہیے؟''

اب گکھڑوی کی تیسری اور آخری وجہ ملاحظہ کیجیے اور اس پر ہمارا تبصرہ بھی۔

قال الگکھڑوی

''وثالثاً لفظ قاص کے معنیٰ لغت عربی میں بیان کرنے والا ہے عام اس سے کہ اچھی بات بیان کرے یا بری۔ ہاں عرف میں قاص، قصہ گو کو کہتے ہیں عام اس سے ہو وہ اچھے قصے بیان کرے یا برے۔ لفظ قاص سے علی التعیین قصہ گو مراد لینا عجیب منطق ہے۔ صاحب انور ساطعہ قرآن کریم میں یقص الحق، یا فاقصص القصص اور قص علیہ القصص وغیرہ کی طرف دھیان کرتے تو تو ہرگز ٹھوکر نہ کھاتے'' اھ بلفظہٖ ملاحظہ ہو۔ ﴿راہ سنت ۱۲۶، ۱۲۷﴾

یقول السعیدی

''قاص'' کو از روئے لغت عربی بالحصر ''بیان کرنے والا'' کے معنیٰ میں لینا درست نہیں جیسا کہ گکھڑوی کے طرز بیان سے مترشح ہورہا ہے بلکہ اس کے اور بھی معانی ہوتے ہیں ''ق ص ص'' کا مادہ کاٹنے کا معنیٰ بھی دیتا ہے۔ بعض روایات

میں ہے "قصوا الشوارب" جس کا یہ معنیٰ نہیں کہ مونچھیں بیان کرو بلکہ اس کا معنیٰ ہے مونچھیں کاٹو رواہ الطبرانی عن الحکم بن عمر ﴿الجامع الصغیر ج ۲ ص ۸۶﴾ نیز ایک اور روایت میں ہے۔ "قصوا اظافیرکم" یعنی اپنے ناخن کاٹو (یہ نہیں کہ اپنے ناخن بیان کرو) رواہ الحکیم عن عبداللہ بن بسر (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۸۶) ہاں اگر ان کی مراد خاص وہ لفظ قاص ہو جس کا مأخذ قَصَص نہیں بلکہ قصص ہے تو کچھ گنجائش رکھتا ہے لیکن ہم نے تو یہاں گکھڑوی کے ضعف کی نشاندہی کرنی تھی جو ان کے سقم فی العلم کی دلیل ہے۔ لیکن اگر وہ حصر پر ہی مصر ہوں تو مسئلہ کا فیصلہ جلد ہی ہو جاتا ہے کیونکہ جب انہیں تسلیم ہے کہ قاص کا معنیٰ "بری بات یا برے قصے بیان کرنے والا" بھی وضع اور عرف سے ثابت و معروف ہے تو اس سے انہوں یہ اعتراف کر لیا ہے کہ حدیث مبحث فیہ میں یہ معنیٰ بھی متحمل ہیں پھر جب علامہ عبدالسمیع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حسب دعویٰ قرائن اور دلائل سے اس احتمال کو ثابت کر دیا ہے جب کہ ہیئت کذائیہ کا منع کی بنیاد ہونا ثابت نہیں ہے تو اس معنیٰ کا راجح ہونا لازم آیا۔ علاوہ ازیں اگر "قاص" کے بیان میں خلاف شرع بات نہیں تھی تو حضرت ابن مسعود کا سے ڈانٹنا اور بروایت دیگر حاضرین کو منتشر کر دینا یا بھگا دینا چہ معنیٰ دارد؟ اس کے باوجود بھی گکھڑوی کا بے اصل قصہ گو کے معنیٰ کو "عجیب منطق" سے تعبیر کرنا ان کی بوالعجبی نہیں تو اور کیا ہے؟ پس ٹھوکر کس نے کھائی؟ گکھڑوی یہاں "علی التعیین"، کو "علی التعین" کہ گئے ہیں جو اگر غلط الکتاب نہیں رو مزید ان کی بوالعجبی ہے۔

ع ہے گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سنو

باقی رہا ان کا قرآنی الفاظ کو پیش کرنا؟ تو یہ قطعاً بے جا ہے کیونکہ بحث قرآنی آیات کے بارے میں نہیں بلکہ ایک روایت کے متعلق ہے جس میں لفظ "قاص" (یا اس کا مادّہ خاص) وارد ہے جس سے عُرف کا (لغت کی نسبت) زیادہ تعلق ہے۔ اور یہ بالکل ایسے ہے کہ جب گکھڑوی جماعت (اپنے بزرگان گنگوہی، مفتی عزیز، محمود الحسن، اور تھانوی وغیرھم کے متفقہ فیصلے کے برخلاف) قرآن مجید میں ضاد کو ظاد پڑھتے ہیں مثلاً "غیر المغضوب علیھم و لا الضالّین" کو "غیر المغظوب علیھم و لا الظالّین" اور ان سے ان کی دلیل پوچھی جاتی ہے رو وہ بڑی پھرتی سے یہ کہ کر گزر جاتے ہیں کہ آخر تم بھی وُضُو اور رَوضہ وَغیرھما کے الفاظ میں 'ض' کی بجائے 'ظ' پڑھتے ہو۔ حالانکہ یہاں بحث قرآن میں اس حرف کی ادائیگی کی ہے غیر قرآن میں نہیں جسے مبحث فیہ میں غیر قرآن میں وارد لفظ قاصّ کی ہے قرآن میں نہیں۔ فیا للعجب الضیعة العلم و الادب. علاوہ ازیں "یقص الحق"، میں حق کی قید موجود ہے جس سے ناحق خارج ہو گیا۔ فاقصص القصص اور قص علیہ القصص کے الفاظ میں لفظ القصص پر الف لاعہدی ہے جو حسب سیاق و سباق متعین پر دلالت کر رہا ہے پس گکھڑوی سے تو امید نہیں ہے ان کے اتباع ہی توجہ کریں کہ ٹھوکر کس نے کھائی ہے، خیر سے خود مابدولت

(گکھڑوی) نے یا معاذ اللہ علامہ فہامہ مولانا عبد السمیع رحمۃ اللہ علیہ نے؟

سچ ہے ع میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔

خلاصہ یہ کہ پیش کردہ روایت، روایۃً ودرایۃً کسی طرح صحیح نہیں بناءً علیہ وہابیہ کے موٴقف کا ثبوت بننے کی قطعاً صالح نہیں بلکہ بوجوہ خود ان کے خلاف ہے۔

حضرت ابن مسعود کی ایک اور روایت

نوٹ

واضح رہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس قسم کی مزید ایک اور روایت بھی کتب فقہ کے حوالہ سے پیش کی جاتی ہے جسے گکھڑوی نے بھی بڑی شدومد سے پیش کیا ہے کہ انہوں نے بلند آواز کے ساتھ مسجد میں جہر کے ساتھ درود شریف پڑھنے والے کو مسجد سے نکال دیا اور فرمایا میرے نزدیک تم بدعتی ہو۔ ﴿راہِ سنّت ۱۲۷﴾

اس کا مکمل و مفصل جواب (بما لامزید علیہ بفضلہٖ تعالیٰ) مصباحِ سنت حصہ پنجم میں لکھ دیا گیا ہے دلچسپی رکھنے والے حضرات اسے ادھر ملاحظہ فرمائیں۔

هذا واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

و الصلوٰة والسلام علىٰ سيّد المرسلين سيدنا و مولانا محمد و علىٰ اٰله و صحبه وتبعه اجمعين.

کتبہ الفقیر عبد المجید سعیدی رضوی بقلمہٖ مفتی جامعہ غوث اعظم

رحیم یار خان

(۴، رجب المرجب ۱۴۲۲ھ مطابق ۷ جون ۲۰۱۱ء بروز ایمان افروز و باطل سوز دوشنبہ مبارکہ)

اویس رضا لائبریری

مسلک اہل سنت و جماعت کا ترجمان ادارہ جو کم و بیش آٹھ سالوں سے قائم و دائم ہے

ادارہ کے اغراض و مقاصد

- رد بد مذہبیت
- عقیدہ و اعمال کی اصلاح
- نشر و اشاعت کے ذریعے اسلامی لٹریچر کو عام کرنا
- مثبت انداز میں گفتگو کے ذریعے اہل سنت کی بابت غلط فہمیوں کا تدارک کرنا
- لوگوں میں تصلب فی الدین اور مذہبی حمیت کا جذبہ جگانا
- مذہبی اصولوں کے مطابق اخلاقی تربیت کرنا
- علم دین حاصل کر کے اسکی روشنی دوسروں تک پہنچانا